پندرہ روزہ
تعمیرِ حیات
لکھنؤ

عبادت اور استعانت

سچ پوچھئے تو انسان کی پوری زندگی عبادت اور استعانت کا نام ہے، یعنی اس کے اندر اللہ تعالی نے اس بات کی فطری خواہش رکھی ہے کہ وہ کسی کو اپنا سرپرست سمجھے، اس کے سامنے اپنے جذبات بے تکلفی وسادگی اور سچائی کے ساتھ ظاہر کرسکے، اس کی چوکھٹ پر اپنی پیشانی ٹیک سکے، اور یہ سمجھے کہ اس کا کوئی بڑا ہے، اس کا کوئی سہارا ہے اور ایک ایسی سرکار بھی ہے جہاں سے سب کچھ اس کو مل سکتا ہے، قرآن مجید نے "اِیَاکَ نَعْبُدُ" کہہ کر نہ صرف انسان کے اس جذبہ کی تسلی کی ہے بلکہ غلط راستے پر جانے کے سارے دروازے اس پر بند کردیے ہیں، اس لیے کہ عبادت صرف نماز پڑھنے یا سجدہ کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ کسی بت، خیالی معبود، بادشاہ، حاکم، پیر اور بزرگ، چاند، سورج، ستاروں، دریاؤں، پہاڑوں، جانوروں اور اس طرح کی ساری چیزوں کو یہ سمجھنا کہ یہ ہماری قسمت کے مالک ہیں، اور ان کو ہر طرح کا اختیار اور قدرت حاصل ہے عبادت کے خلاف ہے، یہاں تک کہ وہ رسم ورواج بھی جو از روئے شریعت غلط ہیں یا زندگی کے وہ طریقے جو انسان نے خود بنائے ہیں، سب ان میں شامل ہیں۔

قرآن مجید میں عبادت اور استعانت دونوں چیزوں میں غیر اللہ کی مکمل نفی کرکے انسان کو ہر طرح کی غلامی سے آزاد کردیا ہے، اور صرف ایک خدا کی غلامی میں داخل کیا ہے جو حقیقتاً ہر چیز پر قادر ہے، یہ جس کے بعد ایک معمولی اور عام مسلمان دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہ، اور ڈکٹیٹر اور حاکم کے سامنے مرعوب نہیں ہوسکتا۔

مولانا سید محمد الحسنیؒ

فی شمارہ =/12₹ | ۲۵ مئی ۲۰۱۳ء | سالانہ زرتعاون -/250

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۵۰ — ۲۵ مئی ۲۰۱۳ء مطابق ۱۴ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ — شمارہ نمبر ۱۴

اس شمارے میں

شعروادب		
ہمارے دلوں پر کرم کی نظر کر	سیدہ امۃ اللہ تسنیمؒ	۲
اداریہ		
دین کی صداقت وابدیت پر ایمان	شمس الحق ندوی	۳
عقیدۂ توحید		
دین حق اور علمائے ربانی......	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۵
سراغ زندگی		
مدارس کا تحفظ ہماری اولین ذمہ داری	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۹
دعوت دین		
اسلام کی غربت	مولانا مجیب اللہ ندویؒ	۱۳
اسوۂ صحابہؓ		
عاشقی شیوۂ رندان بلاکیش باشد	مولانا محمد خالد غازیپوری ندوی	۱۴
فکر انگیز		
نظام تعلیم وتربیت	مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی	۱۵
محاسن اسلام		
تحفظ خواتین اور اسلام	مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی	۱۹
فقہ و فتاویٰ		
سوال وجواب	مفتی محمد ظفر عالم ندوی	۲۲
صلاح وفلاح		
میزان کا بھاری ہونا کامیابی ہے	تحریر: ایمان مغازی الشرقاوی	۲۳
یادرفتگاں		
مولانا محمد اجتباء الحسن کاندھلویؒ	محمود حسن حسنی ندوی	۲۵
عالم اسلام		
حضرت حجر بن عدیؓ کی قبر کی بے حرمتی	عنایت اللہ وانی ندوی	۲۸
جدید نافع		
تعلیم کے جدید وسائل اور ہم	عبدالعظیم معظم ندوی	۳۰
روداد چمن		
"رواق ابوالحسن علی" کا افتتاح	جاوید اختر ندوی	۳۲

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی

(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

- مولانا خالد ندوی غازی پوری
- نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007

E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زرتعاون -/250	فی شمارہ -/12	ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے -/50$ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ چیک سے بھیجی جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques روانہ فرمائیں، بصورت دیگر -/30 روپے زائد چیک دیں۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلدی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر ... نے ... نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

شعروادب

ہمارے دلوں پر کرم کی نظر کر

سیدہ امۃ اللہ تسنیم

سوئے آسماں ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں ☆ ندامت سے سر جھکائے ہوئے ہیں
نگاہ کرم کے طلب گار ہیں ہم ☆ گرچہ برے ہیں، گنہگار ہیں ہم
دوائے دل مضطرب دینے والے ☆ بھلے اور بروں کی خبر لینے والے
زمانہ کی گردش سے مجبور ہیں ہم ☆ پریشاں ہیں فکروں سے رنجور ہیں ہم
خیالات مایوس کن آ رہے ہیں ☆ بہت گرچہ ہم دل کو سمجھا رہے ہیں
بہت مدتوں سے مسلط خزاں ہے ☆ نہ مرجھائے کیونکر کہ دل ناتواں ہے
گھٹا آئے ابر گہر بار بن کر ☆ خوشی اور مسرت کے آثار بن کر
تجھی سے ہے فریاد اے رب اکبر ☆ ہمارے دلوں پر کرم کی نظر کر
کوئی آفت آئے تو ہشیار کردے ☆ مصیبت سے پہلے خبردار کردے
بنا دل کو علم اور حکمت کا مرکز ☆ کہ روشن ہو جس سے سراپا مرا دل
زباں پر ہو ہر دم ترا ذکر جاری ☆ رہے ذکر سے بس زباں تر ہماری
تمنا مجھے بس ترے دید کی ہو ☆ خوشی جیسی لوگوں کو یاں عید کی ہو
دم واپسیں تیرا کلمہ ہو جاری ☆ زباں ایک لحظہ نہ بند ہو ہماری
اسی ذوق اور شوق میں جان نکلے ☆ مرا آخری یہ بھی ارمان نکلے

تمنا ہے تسنیم اے رب اکبر
کہ دونوں جہاں میں ہو انجام بہتر

☆☆☆☆☆

اداریہ

دین کی صداقت وابدیت پر ایمان

شمس الحق ندوی

قرآن کریم میں مسلمانوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ ساری صفات جب ان میں موجود تھیں تو وہ قومی معاملات میں پوری آزادی و دوراندیشی کے ساتھ رائے دیتے تھے، ان کی علمی پیاس کبھی بجھنے نہیں پاتی تھی، وہ اخلاق و کردار، محبت وایثار، رواداری اور دوسروں کی راحت و دلداری کا ایسا حسین پیکر تھے کہ دوسری قومیں ان کی طرف مائل ہوتیں، قریب ہوتیں، دیکھتیں، پرکھتیں اور اسلام قبول کرلیتیں، اور پھر اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ایسی ڈھل جاتیں کہ ان میں اور اسلام کے قافلۂ اول میں کوئی فرق نہ ہوتا۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ مسلمان دنیاوی خیر و برکت، سکون و سلامتی کے ایسے ماحول و فضا میں زندگی کا سفر طے کرتے جس میں ان کو کسی طرح کی خلش، ذہنی بے چینی اور کوئی کھٹکا نہ ہوتا، ان کے نزدیک ذاتی مفاد پر قومی مفاد مقدم ہوتا، لیکن جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی مسلمان اللہ و رسول کی نافرمانی کرتا ہے اور کسی گناہ میں مبتلا ہوجاتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑجاتا ہے، اگر اس نے اس کی فکر نہ کی اور توبہ و استغفار سے اس دھبہ کو نہ دھویا تو وہ بڑھ جاتا ہے اور مذکورہ مومنانہ صفات کی جگہ خودغرضی، جاہ پسندی، حسد و کینہ اور اخلاق رذیلہ لے لیتے ہیں اور وہ دنیا کی ان دوسری قوموں کی طرح جو عقیدۂ آخرت سے محروم ہیں اور اس کے نتیجہ میں آزادانہ اور بے لگام زندگی گذار رہی ہیں اور اپنی ذات اور فائدہ کے لیے، لذت نفس اور ہر طرح کی خواہشات شیطانی کو اختیار کرنے میں ان کو کوئی جھجک نہیں محسوس ہوتی، مسلمان بھی اس راہ پر چل پڑتا ہے اور اس کے پیچھے ایسا دیوانہ ہوجاتا ہے کہ اپنی ان صفات کا خیال بھی نہیں آتا جن کی برکت سے دنیا کی زندگی بھی چین و سکون سے گذرتی تھی، اور سفر آخرت کے وقت اس کو ﴿ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴾ کی خوش خبری سنائی جاتی تھی۔

بندۂ مومن کا مقام تو یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ایک حدیث قدسی میں فرماتا ہے: "لا یسعنی أرضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب مؤمن" (نہ میرا آسمان مجھے سما سکتا ہے نہ میری زمین، اگر میری گنجائش ہے تو مومن بندہ کے دل میں)۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ اس کو کس دلکش انداز میں بیان کرتے ہیں: "آسمان میری معرفت کا اہل نہیں، زمین اس بات کی متحمل نہیں، بندۂ مومن کا دل ہی ہے جس نے اس بوجھ کو اٹھایا، رستم کا گھوڑا بھی رستم کو اٹھالیتا ہے، لیکن جلال الٰہی کا آفتاب جب پہاڑ پر جس سے زیادہ عالم اجسام میں جمنے والی اور عظیم کوئی چیز نہیں ایک بار چمکا تو وہ ریزہ ریزہ ہوگیا، (وَجَعَلَهُ دَكًّا) (جلال الٰہی کا یہ آفتاب) تین سو ساٹھ مرتبہ مومن کے دل پر چمکتا ہے اور وہ "ھل من مزید" کا نعرہ لگاتا رہتا ہے اور پکارتا ہے: "الغیاث الغیاث"، پیاسا ہوں، پیاسا ہوں"۔

اس سے معلوم ہوا کہ مومن کا اصل سرمایہ اپنے دین کی صداقت ہے، اس کی برتری اور ابدیت پر ایمان اور یہ کہ یہی ایک ایسا پیغام ہے جس میں نوع انسانی کی سعادت و کامرانی کی ضمانت ہے لیکن جب اس شرف کو بھلاکر مسلمانوں کا سوادِ اعظم جدید ترقیات اور اس کی زیب و زینت اور چمک دمک کو دیکھ کر وہ بھی مادہ پرستی اور شہرت و جاہ کی نہ بجھنے والی پیاس کی راہ پر چل پڑا تو اپنے مقام بلند سے گر کر پستی کی اس حد کو پہنچ گیا جو لاوارث یتیم کی ہوتی ہے وہ جو ﴿رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ (آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے) کی جیتی جاگتی تصویر تھے، باہم دست و گریباں ہوگئے، جس کو ہم عوامی سطح سے لے کر مسلمان ملکوں کی باہمی کش مکش اور اعداء اسلام کی خوشامد اور ان کے سامنے سپر اندازی کی صورت میں دیکھ رہے ہیں، ہماری قوت و طاقت کا اصل سرمایہ وہ ابدی دین اور اسلامی احکامات ہیں جن کو اپنا کر ہمارے اسلاف نے ملکوں سے زیادہ دلوں پر حکومت کی تھی، مسلمان اس کو اپنائے بغیر، اس روشن قندیل (چراغ) کو لیے بغیر جب صرف اسباب کے پیچھے دوڑیں گے تو ان پر ذلت و رسوائی کا شامیانہ تنا رہے گا، اسباب و وسائل سے اسی وقت کامیابی حاصل ہوسکتی ہے جب ہم اپنے اصل سرمایہ کو سینے سے لگائے رکھیں اور اسلامی تعلیمات کی مکمل تصویر ہوں۔

اس مناسبت سے ہم اپنی بات کی وضاحت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے قائد کے نام ایک خط کے اقتباس سے کرتے ہیں، کاش ہم اس سے فائدہ اٹھاتے اور روشنی حاصل کرتے! فرماتے ہیں:

"دشمن سے زیادہ اس بات سے ڈرو کہ تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے کوئی گناہ سرزد ہو، ہمارے نزدیک دشمن کی چالوں اور سازشوں سے زیادہ ڈرنے کی چیز گناہ ہے، دشمنوں کے مقابلہ میں ہم کو کامیابی ان کے گناہوں کی وجہ سے ملتی ہے، اگر یہ بات نہ ہو تو ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اس لیے کہ نہ ہماری تعداد ان کے ٹکر کی ہے نہ تیاری اور ساز وسامان، اگر ہم اور وہ گناہوں میں برابر ہو گئے تو وہ ظاہری طاقت میں بڑھے ہوں گے، اگر گناہوں سے پرہیز کے سبب ہماری مدد (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) نہ ہوئی تو ہم ظاہری طاقت سے ان پر غالب نہیں آسکتے، تم گناہوں سے زیادہ کسی کی دشمنی سے نہ ڈرو، تم ظاہری تیاری سے زیادہ گناہوں سے پرہیز کی فکر کرو"۔

اگر شیطان دل ودماغ میں یہ خیال ڈالے جو اب ہم مسلمانوں خصوصاً مالدار اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں ہو گیا ہے کہ اگر یہ بات ہے تو دوسری قومیں کیوں اپنی ساری اخلاقی خرابیوں کے باوجود آگے بڑھ رہی ہیں اور ترقی کر رہی ہیں تو ایک مؤمن صادق زیادہ تفصیل نہیں بلکہ مختصر، بہت مختصر قرآن کریم نے ان قوموں کے بارے میں جو فرمایا ہے، اس کو پڑھ لے، ارشاد ہے: ﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ﴾ (اے جھٹلانے والے منکرین آخرت) تم کسی قدر کھالو اور فائدہ اٹھالو، تم بیشک گنہگار ہو"۔ [مرسلات/۴۵] اور ﴿وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ﴾ (اور میں ان کو مہلت دیے جاتا ہوں میری تدبیر (بڑی) مضبوط ہے)۔ اور جب جرم کی سزا کا وقت متعین آجائے گا اور بارگاہ خداوندی میں پیشی ہوگی تو ان اکڑنے، بپھرنے اور آخرت کا مذاق اڑانے والوں کا کیا حال ہوگا اور آج اپنے جھٹلانے کو کس طرح جھٹلائیں گے، قرآن کریم اس کا کیسا نقشہ کھینچتا ہے، ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾۔ [سجدہ/۱۱] (اور (تم تعجب کرو) جب دیکھو کہ گنہگار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہونگے (اور کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہم کو (دنیا میں) واپس بھیج دے کہ نیک عمل کریں بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں)۔

قرآن کریم نے اپنے خاص اسلوب بیان میں جگہ جگہ اس طرح ہوشیار وآگاہ کیا ہے، یہ ایک نمونہ پیش کیا گیا اور اپنے مؤمن بندوں کو ہوشیار و چوکنا کیا کہ دیکھو تم ان کے چکر میں نہ پڑنا کہ تم بھی انھیں کی چال چلنے لگو، ارشاد ہے:

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾۔ [نور۔۲۱] (اے مومنو! شیطان کے قدموں پر نہ چلنا اور جو شیطان کے قدموں پر چلے گا تو شیطان تو بے حیائی (کی باتیں) اور برے کام ہی بتائے گا)۔

علامہ اقبال مرحوم نے مسلمانوں کو ان کے اصل سرمایہ، ان کی امامت وقیادت اور پوری انسانیت کی رہنمائی کا مقام یاد دلاتے ہوئے اسی طرف متوجہ کیا ہے کہ جب تک وہ اپنے مقام بلند اور اصل سرمایہ کو پھر سے نہ اپنائیں گے، ذلت ورسوائی ان کی ہم سفر رہے گی۔ وہ کہتے ہیں ؎

یہ پیام دے گئی ہے مجھے باد صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی

تری زندگی اسی سے تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو روسیاہی

ہم اس خودی کی دولت کو کھو کر روسیاہی کے جس دور سے گذر رہے ہیں، اس کی وضاحت کی یہاں ضرورت نہیں، کھلی آنکھوں مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

عقیدۂ توحید — آخری قسط

دین حق اور علمائے ربانی

شرک و بدعت کے خلاف کیوں؟

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

۴-غفلت :

دین الٰہی سے انحراف کا ایک عام سبب غفلت ہے، اللہ سے بے تعلقی اور اس کے احکام وفرائض کی طرف سے بے توجہی کا سبب ہمیشہ بغاوت وکفر ہی نہیں ہوتا، بلکہ اکثر اوقات دنیا پرستی اور مادیت ہوتی ہے، عزت و جاہ کا سودا، دولت کا عشق اور معاش میں سرتاپا انہماک آدمی کو معاد سے بالکل غافل کر دیتا ہے، مادیت کا ایسا غلبہ ہوتا کہ سرے سے نجات کا خیال، رضائے الٰہی کے حصول کا شوق اور اس کے عذاب کا خوف دل سے بالکل نکل جاتا ہے، اور کھانے پینے اور پہننے کے سوا دنیا میں کوئی فکر باقی نہیں رہتی، خدا سے غافل لوگوں کی صحبت اور گناہوں اور عیش میں انہماک دل کو ایسا مردہ کر دیتا ہے کہ دینی اور اخلاقی حس باطل ہو جاتی ہے، نیک و بد اور حلال وحرام کی تمیز جاتی رہتی ہے، ایسے غافل اپنے اخلاق واعمال، سیرت وکردار، معاشرت وآداب اور وضع وصورت میں کافروں اور اللہ کے باغیوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں رہتے، شراب کے بے تکلف دور چلتے ہیں، منہیات ومحرمات کا آزادی سے ارتکاب کیا جاتا ہے، جرائم اور فسق وفجور میں نئی نئی ایجادات کی جاتی ہیں اور ان میں ایسی ذہانت اور ہنرمندی کا اظہار کیا جاتا ہے کہ پرانی امتیں ان کے سامنے مات ہو جاتی ہیں، شرع ودین کی کوئی حرمت باقی نہیں رہتی، ایسی خدا فراموشی اور خود فراموشی طاری ہو جاتی ہے کہ بھول کر بھی خدا یاد نہیں آتا، اور اپنا بھی حقیقی ہوش نہیں رہتا۔

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسَاهُمْ اَنْفُسَهُمْ﴾۔ [سورۂ حشر: ع/۳]

(اُن لوگوں کی طرح نہ ہو، جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا، اللہ نے ان کو خود فراموش بنا دیا)

یہی وہ لوگ ہیں جن کا حال اللہ نے اس آیت میں بیان کیا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ﴾۔ [سورۂ یونس: ع/۱]

(بے شک جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر مگن اور مطمئن ہیں اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں)

نتیجتاً وعملاً ایسے غفلت شعار اور آخرت فراموش، منکرین آخرت اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کرنے والوں سے ممتاز نہیں ہوتے، پیغمبروں کی دعوت کے لیے ان کا وجود بھی اسی قدر بے سود اور بعض اوقات سنگ راہ ہوتا ہے جس طرح مکذبین ومنکرین کا، اور بعض اوقات یہ "مدعیان اسلام" اسلام کے خلاف حجت اور تبلیغ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں، پھر اس سے زیادہ بدقسمتی کی بات یہ ہوتی ہے کہ یہ غافلین یا منافقین اپنی کثرت یا دنیاوی لیاقت یا کوششوں یا محض وراثت سے مسلمانوں کی مسند حکومت پر قابض ہو جاتے ہیں اور مسلمانوں کی امامت ان کے ہاتھ میں آجاتی ہے یا مسلمانوں کی زندگی میں اتنا رسوخ اور اثر پیدا کر لیتے ہیں کہ ان کے اخلاق واعمال عوام کے لیے نمونہ بن جاتے ہیں اور ان کی عظمت اور وقعت دل ودماغ میں جاگزیں ہو جاتی ہے، اس وقت ان "اکابرین مجرمین" کی وجہ سے غفلت وخدا فراموشی اور غیر اسلامی زندگی کا ایسا دور دورہ ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کی عملداری میں جاہلیت کی حکومت قائم ہو جاتی ہے اور بعض اوقات اس طرز زندگی کو کچھ

انبیاء کے جانشینوں کی بھی یہی خصوصیت ہوتی ہے کہ ان کی تمام کوششوں اور ان کی زندگی کے متنوع مشاغل کا ہدف بھی ایک ہوتا ہے، وہ "دعوت الی اللہ" ہے؛ درس وتدریس، وعظ وتقریر، تبلیغ وتذکیر، تصنیف وتالیف، سلوک وتصوف، بیعت وارشاد، سب سے غرض خلق خدا کو اللہ کی طرف بلانا، اللہ سے ملانا اور اللہ ہی کا بنانا ہوتا ہے، ان کے مشاغل متنوع اور مختلف ہوسکتے ہیں، مگر سب کا مرکز اور مقصد ایک ہوتا ہے، وہ سب کچھ کہتے ہیں مگر درحقیقت ایک ہی بات کہتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں ؎

فطرت کا سرود ازلی اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمان

زیادہ مدت گزر جاتی ہے تو اسی کا نام اسلامی تہذیب و تمدن پڑ جاتا ہے جس کی مخالفت غیر اسلامی تمدن سے زیادہ مشکل ہوتی ہے۔

ان تمام حالات میں پیغمبروں کے جانشینوں کو کام کرنا پڑتا ہے، شاید انسانوں کی کوئی جماعت اتنی مشغول اور فرائض و ذمہ داریوں سے اتنی گراں بار نہیں جتنی نائبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء و مصلحین اسلام کی جماعت ہے، جسمانی امراض کے طبیبوں کو بھی کبھی آرام اور فرصت کا موقع میسر آجاتا ہوگا لیکن ان اطبائے روح کے لیے کوئی موسم اعتدال وصحت کا نہیں، بہت سی جماعتیں ایسی ہیں کہ جب اُن کی اپنی حکومت قائم ہوجاتی ہے تو ان کی جدوجہد ختم ہوجاتی ہے اور ان کا مقصود حاصل ہوجاتا ہے لیکن علماء حق اور "قَوّٰامِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ" (اللہ کی طرف سے منتظم اور انصاف کے گواہ) کی جماعت کا کام بعض مرتبہ مسلمانوں کی حکومت میں ختم ہونے کے بجائے کچھ بڑھ ہی جاتا ہے، کچھ چیزیں ہیں جو حکومت و طاقت اور دولت و فراغت ہی کے زمانہ میں پیدا ہوتی ہیں اور علمائے اسلام ہی کا فرض ہوتا ہے کہ ان کی نگرانی کریں، وہ اپنے فریضہ احتساب، نگرانی اخلاق اور دینی رہنمائی کے منصب سے سبکدوش نہیں ہوتے، اس وقت بھی ان کا جہاد اور ان کی جدوجہد جاری رہتی ہے، کہیں مسلمانوں کی مسرفانہ زندگی پر روک ٹوک کررہے ہیں، کہیں سامان عیش وغفلت پر ان کی طرف سے قدغن ہے کہیں چوری کی شراب کو گرفتار کیا ہے اور اس کو انڈیل رہے ہیں، کہیں باجوں اور موسیقی کے آلات کو توڑ رہے ہیں، کہیں مردوں کے لیے ریشم کے لباس اور سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال پر چیں بجبیں ہیں، کہیں بے حجابی اور مردوں وعورتوں کے آزادانہ اختلاط پر معترض ہیں، کہیں حماموں کی بے قاعدگیوں اور بداخلاقیوں کے خلاف آواز بلند کررہے ہیں، کہیں اپنے زمانہ کے خلاف اخلاق اور خلاف شرع باتوں اور عادتوں کے خلاف وعظ کہہ رہے ہیں، کہیں غیر مسلموں اور عجمیوں کے عادات و خصوصیات اختیار کرنے پر ان کی طرف سے مخالفت ہے، کبھی مسجدوں کے صحن اور مدرسوں کے ایوانوں میں حدیث کا درس دے رہے ہیں اور "قال اللہ" اور "قال الرسول" کی صدا بلند کررہے ہیں، کبھی خانقاہوں میں یا اپنے گھروں اور مسجدوں میں بیٹھے ہوئے دلوں کا زنگ دور کررہے ہیں، اللہ کی محبت وطاعت کا شوق پیدا کررہے ہیں، امراض قلب حسد، تکبر، حرص دنیا اور دوسری نفسانی اور روحانی امراض کا علاج کررہے ہیں، کبھی منبر پر کھڑے ہوئے جہاد کا شوق دلا رہے ہیں اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت یا اسلامی فتوحات کے لیے آمادہ کررہے ہیں، پوری اسلامی تاریخ میں آپ کو زندہ اور ربانی علماء جو حکومت وقت کے دامن سے وابستہ نہیں تھے یا حقیر جھگڑوں میں مشغول نہیں تھے، انھیں مشاغل میں منہمک نظر آئیں گے اور مسلمانوں کا کوئی دور حکومت ان علماء حق اور ان کی جدوجہد سے خالی نہیں رہا۔

بنی امیہ کا دور مسلمانوں کا شاہانہ عہد ہے، بظاہر مسلمانوں کو تمام کاموں سے فرصت ہوگئی ہے، مگر علماء کو فرصت نہیں، حضرت حسن بصریؒ کی مجلس وعظ گرم ہے، جس میں اپنے زمانہ کے منکرات و بدعات کے خلاف تقریر ہورہی ہے، اپنے زمانہ کی معاشرت، نظام اور اہل حکومت کی بے دینی پر تنقید ہے، نفاق کی علامات اور منافقین کے اوصاف وسیع پیرایہ میں بیان ہورہے ہیں اور موجودہ زندگی پر ان کو منطبق کیا جارہا ہے، خشیت الٰہی اور آخرت کا بیان ہے، جس سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئی ہیں اور روتے روتے حاضرین کی ہچکیاں بندھ گئی ہیں، سورۂ فرقان کے آخری رکوع ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا﴾ کی تفسیر ہورہی ہے [کتاب قیام اللیل، محمد بن نصر مروزی، ص/۱۲]، اور صحابہ کرامؓ کے چشم دید حالات اور واقعات اس طرح بیان کیے جارہے ہیں کہ اس مبارک دور کی تصویر کھنچ گئی ہے، اور صحابہ چلتے پھرتے نظر آرہے ہیں، لوگ مجلس سے توبہ کرکے اٹھتے ہیں، اور سیکڑوں آدمیوں کی اصلاح حال ہورہی ہے۔

بنی عباس کا دور ہے اور امام احمد بن حنبلؒ شاہ وقت کے ذوق ورجحان اور مسلک کے خلاف مذہب اعتزال کی صاف صاف تردید کررہے ہیں، اور بدعات کا رد، اور سنت کا اعلان کرتے ہیں، علم کلام اور فلسفہ کے بڑھتے ہوئے رجحان کے مقابلہ میں خالص سنت اور عقائد سلف کی تبلیغ فرمارہے ہیں اور یہ سب اس جرأت واطمینان کے ساتھ کہ گویا مامون ومعتصم کی حکومت نہیں ہے بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت ہے۔

بغداد، اپنے اوج پر، اور بغداد کی تہذیب، دولت اور بے فکری اور آزادی عروج پر ہے، ہر طرف عیش وغفلت کا سمندر رواں ہے، کرخ و رصافہ کے میدانوں میں اور مسجدوں کے سامنے میلے لگے ہوئے ہیں، بازاروں میں بڑی چہل پہل ہے، لیکن سیکڑوں آدمی، ان تمام دلچسپیوں اور تفریحات سے آنکھ بند کیے، ایک طرف چلے

جارہے ہیں، آج جمعہ کا دن ہے، محدث ابن جوزیؒ کا وعظ ہے، وعظ ہورہا ہے، سیکڑوں آدمی تائب اور بیسیوں غیر مسلم مسلمان ہورہے ہیں، لوگ خلاف شرع امور سے توبہ کررہے ہیں۔

ایک طرف اسی پُرشور اور ہنگامہ زدہ بغداد میں نہایت سکون واطمینان کے ساتھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا درس، وعظ اور روحانی فیض جاری ہے، جس سے عرب وعجم کے لوگ فائدہ اٹھارہے ہیں، بڑے بڑے اُمراء اور شہزادے اپنے عیش ودولت کو خیر باد کہہ کر زہد وفقر کی زندگی اختیار کرتے ہیں، بڑے بڑے سرکش اور نشہ دولت میں مخمور تائب ہوتے ہیں، خلافت عباسی کے عین دارالخلافہ میں اور خلیفہ بغداد کی حکومت کے بالکل مقابل اس درویش کی روحانی اور دینی حکومت قائم ہے، جس کا سکہ عرب وعجم پر رواں ہے۔

قرآن و حدیث، اسلام کی طاقت کا اصلی سرچشمه هیں جن سے همیشه طاقت اور روشنی حاصل کی جاسکتی هے، اور جن کے ذریعه سے هر زمانه میں مسلمانوں کے کمزور سے کمزور ڈھانچه میں روح پھونکی جاسکتی هے، شرک وکفر و بدعت و غفلت کے خلاف سب سے کارگر حربه، قرآن و حدیث کا علم اور ان کی اشاعت هے، ان کا صحیح علم اور ان کی روشنی جس قدر پھیلتی جائے گی، کفر و جهالت کی تاریکیاں دور هوتی جائیں گی، اس لیے هزار تبلیغوں کی ایک تبلیغ ان کی نشر و اشاعت هے۔

بعد کے تمام عہدوں میں اور حکومت اسلامی کے تمام اطراف واکناف میں، سلاطین وامراء کے بالمقابل اور تمام دوسری دلچسپیوں، دعوتوں اور تحریکوں اور مشاغل کے ساتھ علمائے حق کی یہ کوششیں اور ان کے مرکز، مساجد، مدارس، خانقاہیں، مجالس وعظ باضابطہ اور بے ضابطہ احتساب جاری رہا۔ (ہندوستان کے لیے اس کی تفصیل سب سے زیادہ والد صاحب مرحوم مولانا سید عبدالحی علیہ الرحمہ کی عظیم الشان عربی تصنیف "نزھۃ الخواطر" کی آٹھ جلدوں میں ملے گی، جو ہندوستان کے مسلمان، مشاہیر واعیان اور علماء کی سب سے بڑی تاریخ ہے)۔

علمائے حق کا یہی بدقسمت یا خوش قسمت گروہ ہے جس کو مسلمان بادشاہوں اور ان کے کارکنان حکومت کے ہاتھوں (جبکہ دوسروں کو سیم وزر کی تھیلیاں اور عہدوں کے پروانے ملتے تھے) دار و رسن اور تازیانے کے انعامات ملے، اسی گروہ کے کتنے افراد کو ایک مسلمان حاکم (حجاج) کے ہاتھوں شہادت کا سرخ خلعت ملا، پھر اسی گروہ کے ایک مقتدر فرد (حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کو امیر المومنین منصور عباسی کے ہاتھوں زہر کا جام نوش کرنا پڑا، پھر اسی گروہ کے دوسرے امام (حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) کو سب سے بڑے روشن خیال مسلمان بادشاہ (مامون) کے زمانہ میں پابہ جولاں اور اسیر زنداں ہونا پڑا، اس کے جانشین (معتصم) کے ہاتھوں تازیانے کھانے پڑے۔

آخر زمانہ میں بھی کیسے کیسے عادل ودادگر مسلمان فرماں رواؤں کے ہاتھوں کیسے کیسے جلیل القدر علماء پر بیداد ہوئی، جہانگیر کی زنجیر عدل مشہور ہے، مگر حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں میں بھی زنجیر پڑی، اور ان کو اپنے اظہار حق کے صلہ میں گوالیار کے قلعہ میں محبوس ہونا پڑا۔

ان کارناموں اور خدمات کے علاوہ (جو حاملین دین اور محافظین شریعت کے فرائض منصبی ہیں) جن کو ہم اس حیثیت سے دفاعی کہہ سکتے ہیں، کہ وہ شرک وکفر، بدعت اور غفلت کے مقابلہ میں اسلام کی حفاظت کی کوششیں ہیں، مگر یہ درحقیقت اسلام کی مستقل دعوت وتبلیغ اور دین کی مسلسل جدوجہد ہے جو قیامت تک جاری رہے گی۔

"لا يزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم." (أو كما قال عليه السلام".

(میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر علانیہ قائم رہے گا، کسی کے مدد نہ کرنے سے اس کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا)۔

"الجهاد ماض إلى يوم القيامة." (جہاد قیامت تک جاری رہے گا)۔

لیکن ان کے علاوہ دو اور خدمتیں ہیں جو ہر زمانہ کے علماء کے ذمہ ہیں، اور علمائے ربانی ان کو انجام دیتے رہے ہیں۔

۱- اسلامی فتوحات سے کمتر اور مبلغین، صلحاء و صوفیاء اور بعض مسلمانوں کے اخلاق اور محبت کے اثر سے بیشتر مسلمانوں کے مفتوحہ ممالک میں لاکھوں آدمیوں نے اسلام قبول کیا، اور پوری پوری برادریاں

اور بڑے بڑے خاندان اسلام میں داخل ہو گئے، لیکن ان کی تعلیم وتربیت کا کوئی انتظام نہ کیا جاسکا، اور ان پر اسلام کی تعلیمات کا کوئی اثر نہ پڑ سکا، یا اگر ان پر کوئی اثر پڑا تو ان کے بعد کی نسلوں میں یہ اثر باقی نہ رہ سکا، اور رفتہ رفتہ اس کے سوا ان کو کچھ یاد نہ رہا کہ ہمارے باپ دادا مسلمان تھے، اور انھوں نے کسی زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا، اور سوائے اسلامی نام اور کلمہ طیبہ کے الفاظ کے ان کے پاس اسلام کا کوئی نشان باقی نہ رہا، کچھ دنوں کی، اور بے توجہی کے بعد اسلامی نام بھی باقی نہ رہے اور کلمہ طیبہ بھی سیکڑوں میں سے چند کے سوا کسی کو یاد نہ رہا، مگر اپنے مسلمان ہونے کا اعتراف باقی رہا، پھر وہ بھی مٹنے لگا اور اس وقت باقاعدہ ان کا ارتداد عمل میں آنے لگا۔

ہندوستان جیسے ملک میں جہاں خاص حلقہ کے باہر اسلام کی بنیاد ہمیشہ کمزور رہی، اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں، تقریباً ہر بڑے شہر سے کچھ فاصلہ پر اور ہندوستان کے تمام اطراف میں لاکھوں کی تعداد میں ایسی مسلمان قومیں اور برادریاں موجود ہیں جن کو اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہا، دیہاتوں کی بڑی مسلمان آبادی ایسی ہے جو نئے سرے سے تبلیغ اسلام کی محتاج ہے، ان میں سے بکثرت ایسے ”مسلمان“ ہیں جو ہنوز عہد جاہلیت میں ہیں، اور ان کو بعثت نبوی کی خبر بھی نہیں، وہ اسلام سے اتنے بے خبر ہیں جتنے دیہاتوں کے غیر مسلم، فرائض واحکام اسلام کا ذکر چھوڑ کر بعض بڑے شہروں کے اطراف ونواح میں ایسے مسلمان ملتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی سے بھی واقف نہیں۔

بعض علمائے ربانی نے اپنے زمانہ میں ان علاقوں اور دیہاتی رقبوں کی طرف توجہ کی، اور بعض مسلمان قوموں اور برادریوں کو از سر نو مسلمان بنایا، ان میں تبلیغی دورے کیے، وعظ ونصیحت، اختلاط، آمد ورفت اور اپنے اخلاق وتالیف قلب سے ان کے دل مٹھی میں لیے، ان کو مرید کر کے ان کو توحید اور اتباع سنت کے راستہ پر لگایا، شرک وبدعت سے تائب کیا، جاہلانہ رسمیں، غیر مسلموں کی وضع وصورت، اور کفر و جاہلیت کے شعار چھڑائے، ان میں اخلاق و انسانیت پیدا کی، پابند فرائض اور خوش اوقات بنایا، علم کا شوق دلایا اور تعلیم کو رائج کیا، اور ان میں سے لائق افراد کو چھانٹ کر اور اپنے پاس رکھ کر ان کی تربیت وتعلیم کی، پھر ان سے اپنی قوم اور دوسری جماعتوں کی تبلیغ واصلاح کا کام لیا، یہ تبلیغی کام جو انبیاء علیہم السلام کے طریق کار سے، سب سے زیادہ ظاہری مشابہت رکھتے ہیں، ان کے دوسرے کارناموں کے مقابلہ میں کسی طرح کم اہم نہیں۔

۲- قرآن وحدیث، اسلام کی طاقت کا اصلی سرچشمہ ہیں جن سے ہمیشہ طاقت اور روشنی حاصل کی جاسکتی ہے، اور جن کے ذریعہ سے ہر زمانہ میں مسلمانوں کے کمزور سے کمزور ڈھانچہ میں روح پھونکی جاسکتی ہے، شرک وکفر وبدعت وغفلت کے خلاف سب سے کارگر حربہ، قرآن وحدیث کا علم اور ان کی اشاعت ہے، ان کا صحیح علم اور ان کی روشنی جس قدر پھیلتی جائے گی، کفر وجہالت کی تاریکیاں دور ہوتی جائیں گی، اس لیے ہزار تبلیغوں کی ایک تبلیغ ان کی نشر واشاعت ہے۔

انبیاء کرامؑ کی بڑی خصوصیت ان کی ہم آہنگی اور یک آہنگی ہے یعنی وہ سب ایک بات کہتے ہیں اور ایک ہی بات کہتے رہتے ہیں، وہ کیا؟

﴿يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ﴾. [سورۂ ہود: ع/۸]

(اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو، تمہارا معبود اس کے سوا کوئی نہیں)

ان کے جانشینوں کی بھی یہی خصوصیت ہوتی ہے کہ ان کی تمام کوششوں اور ان کی زندگی کے متنوع مشاغل کا ہدف بھی ایک ہوتا ہے، وہ ”دعوت الی اللہ“ ہے؛ درس وتدریس، وعظ وتقریر، تبلیغ وتذکیر، تصنیف وتالیف، سلوک وتصوف، بیعت وارشاد، سب سے غرض خلق خدا کو اللہ کی طرف بلانا، اللہ سے ملانا اور اللہ ہی کا بنانا ہوتا ہے، ان کے مشاغل متنوع اور مختلف ہوسکتے ہیں، مگر سب کا مرکز اور مقصد ایک ہوتا ہے، وہ سب کچھ کہتے ہیں مگر در حقیقت ایک ہی بات کہتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں ۔

فطرت کا سرود ازلی اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمان

حضرت نوح علیہ السلام کی طرح وہ بھی ان مشاغل اور مختلف طریق تبلیغ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں:

﴿رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَّنَهَارًا﴾. [سورۂ نوح: ع/۱]

(اے رب میں بلاتا رہا اپنی قوم کو رات اور دن)

﴿ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا﴾. [سورۂ نوح: ع/۱]

(پھر میں نے ان کو بلایا برملا)

﴿ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا﴾. [سورۂ نوح: ع/۱]

(پھر میں نے ان کو کھول کر اور چھپ کر کہا، چپکے سے)

یہ وعظ، یہ درس، اور یہ انفرادی واجتماعی کوششیں، یہ ظاہر ومخفی تدبیریں، یہ تذکیر وتزکیہ اور یہ توجہات اور انفاس قدسیہ، اعلان واسرار ہی کی شکلیں ہیں۔

☆☆☆☆☆

سراغ زندگی

دین وایمان کی حفاظت کے لیے

مدارس کا تحفظ ہماری اولین ذمہ داری

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

”ذیل کا مضمون ذمہ داران، علماء وفضلاء اور فارغین مدارس کے سامنے کی گئی ایک پر سوز تقریر کی تلخیص ہے، ماہ شعبان میں ہمارے دینی مدارس کے طلبہ کی ایک بڑی تعداد فارغ ہو کر زندگی کے مختلف میدانوں میں سرگرم عمل ہوتی ہے، اس لیے ”تعمیر حیات“ کے صفحات میں اس موقع پر یہ تقریر شائع کی جارہی ہے، جو اہل مدارس کے ساتھ عام قارئین کے لیے بھی نہایت مفید ہے، ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں مولوی سید سبحان ثاقب بھٹکلی ندوی کہ انہوں نے اس کو ٹیپ سے نقل کیا اور اشاعت کے لائق بنایا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بصیرت افروز خطاب سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے، آمین۔“

ہمارے دینی مدارس جن کو ہم صرف دینی تعلیم گاہ سمجھتے ہیں، یہ تعلیم گاہیں نہیں، بلکہ یہ دینی پاور ہاؤس ہیں، جس طرح پاور ہاؤس سے پورے علاقے میں بجلی پہونچتی ہے، اور علاقوں کو روشن کرتی ہے، تاریکی کو دور کرتی ہے، جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، اندھیروں میں اجالا ہوتا ہے، اسی طرح یہ مدارس ہیں کہ ان سے پوری امت مسلمہ کو فیض پہونچتا ہے، خاص طور پر ان علاقوں میں جن علاقوں میں یہ ادارے قائم ہوتے ہیں، اور اسی طریقہ سے ایمان کی روشنی پہونچتی رہتی ہے، اگر یہ مدارس نہ ہوتے تو اسلام ختم ہو جاتا۔

میں ترکستان گیا، وہاں سمرقند وبخارا میں جانے کا اتفاق ہوا، ہم نے وہ علاقے دیکھے، جہاں کے علماء کی کتابیں ہمارے ہندوستان کے اکثر مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں، گویا کہ پورا ہندوستان ان کا شاگرد ہے، ان کی کتابیں پڑھے بغیر کوئی عالم نہیں بن سکتا، وہاں یہ حال ہے کہ وہاں کے لوگ نماز کو نہیں جانتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ اور ان کے حالات کو نہیں جانتے، نماز پڑھنا اسلام کے دوسرے ارکان کو ادا کرنا تو بہت دور کی بات ہے، وہاں علماء ہیں لیکن بہت تھوڑے ہیں، انہوں نے چھپ کر کچھ علم حاصل کیا اور وہ اپنے دائرہ میں جتنی محنت کر سکتے ہیں کرتے ہیں، لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے، اس لیے کہ وہاں کی فضا ستر اسی سال اسلام سے نا آشنا رہی، مسجدوں کو سینما کے اڈوں میں تبدیل کر دیا گیا، اصطبلوں اور نائٹ کلبوں میں بدل دیا گیا، وہاں کے عوام کا مزاج بگاڑ دیا گیا، اور نماز و روزہ اور دینی شعائر پر عمل کرنے سے سختی سے روک دیا گیا۔

آپ جانتے ہیں کہ ایک نسل تقریباً تیس سال عمل میں رہتی ہے، تیس سال کے بعد دوسری نسل آجاتی ہے جو عمل سنبھال لیتی ہے، زندگی کی ذمہ داریاں سنبھالنے والے بدل جاتے ہیں، تو اگر کوئی چیز روک دی جائے، اس کی حصول یابی بند ہو جائے تو آپ ایک نسل تک تو کام چلالیں گے، جس زمانے میں اس کو حاصل کیا ہے، وہ تو اسی نظریات پر قائم رہے گی، لیکن جب نسل بدلے گی، دوسری نسل آئے گی، اس کے پاس وہ چیز نہیں ہوگی، اس لیے کبھی بھی آپ کوئی چیز کوئی عادت کوئی رسم و رواج کوئی مذہب ختم کرنا چاہیں، تو آپ اس کو روک دیں اور تیس سال انتظار کرلیں یا ساٹھ سال انتظار کرلیں، جب تیسری نسل آئے گی تو وہ بالکل صاف ہوگی، اس کو کچھ معلوم نہیں ہوگا۔

اس سلسلہ میں مشرقی ترکستان کا ایک واقعہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں، مشرقی ترکستان جو چین کے قبضہ میں ہے، وہاں ہندوستان یا پاکستان سے کوئی شخص سیاح کی حیثیت سے گیا، ہوائی اڈے پہونچتے پر ان کی کسی صاحب سے ملاقات ہوئی، اور کسی طرح ذکر آگیا کہ وہ مسلمان ہیں، وہ بہت خوش ہوا، اور کہنے لگا کہ ہم بھی مسلمان ہیں، اور آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی، اس کو اپنے مسلمان ہونے پر بہت فخر تھا، اس نے پوچھا کہ تمہارے یہاں کیا اسلام پر عمل بھی ہوتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں، ہم روزانہ عبادت کرتے ہیں، اس نے پوچھا آپ کے یہاں کیا عبادت ہوتی ہے؟ انہوں نے چار پانچ عربی کے لفظ کی ایک دعا بتائی کہ ہم اس کو روزانہ صبح پڑھتے ہیں، انھیں اتنا معلوم نہیں تھا کہ عبادت کیا چیز ہے، چند الفاظ دعا کے یاد تھے، جو سنت سے ثابت بھی نہیں تھے، بلکہ کسی بزرگ کی ترتیب دی ہوئی دعا تھی، اس کے الفاظ اب مجھے یاد نہیں رہے، اسی دعا میں ان کا گویا پورا اسلام سمٹ گیا تھا، وہ جانتے ہی نہیں تھے کہ اسلام کیا ہے؟ کلمۂ ایمان کیا ہے؟ دین کیا چیز ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی زندگی کیسی تھی،

آپ ؐ کے صحابہؓ کیسے تھے؟ وہ دینی تعلیمات سے بالکل نابلد ہوگئے تھے۔

بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے اگر دینی تعلیم کو روک دیا جائے، دعوت کے کام کو روک دیا جائے، تو ایک دو نسل کے بعد دعوت کا کام، دین کا کام، اس کی تعلیمات، اس کے مدارس سب ختم ہو جائیں گے، آج جو اتنے حضرات جمع ہیں، یہ سب دین کی نسبت سے جمع ہیں، اس لیے کہ آپ کو آپ کے بڑوں کی تربیت حاصل ہوئی ہے، ایمانی ماحول میں آپ پلے بڑھے ہیں، ان کی سرپرستی میں آپ نے دین سے واقفیت حاصل کی ہے، مدارس کے ذریعہ سے اور علماء کے ذریعہ سے اور جن سے آپ کا دین کے سلسلہ میں ربط و تعلق رہا ہے، ان سے آپ نے دینی تعلیم اور دینی مزاج حاصل کیا ہے، لیکن اگر آپ سے آپ کی اولاد کو دین کی تعلیم نہیں پہونچے گی، آپ کی اولاد میں دینی شعور نہیں رہے گا، ایمان نہیں رہے گا، جتنی دینی تعلیم سے وہ واقف ہوں گے اسی قدر وہ مسلمان ہوں گے، پھر اس کے بعد آنے والی نسل بالکل ایمان سے ماوراء ہو جائے گی، اور پھر تیسری نسل بالکل صاف ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ علماء کرام برابر اس ملک میں کوشش کرتے رہے، اور نہی کوششوں کا نتیجہ یہ ہے کہ آج یہاں اسلام اچھی حالت میں ہے، بہت سے مسلم ملکوں سے زیادہ بہتر حالت میں یہاں پر مسلمان ہے، لیکن یہ ہماری وجہ سے نہیں بلکہ ہمارے بڑوں کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسے باحمیت علماء عطا کیے تھے، جنہوں نے خون پسینہ کو ایک کر کے دین کی تعلیمات ہم تک پہونچائیں، یہ سب ان کی محنتوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم مسلمان ہیں، ہمارے مسلمان ہونے کی وجہ اسلام کو سیکھنا نہیں ہے، ہماری محنت کا اس میں بہت کم دخل ہے، یہ ہمارے بڑوں کی محنت کا نتیجہ ہے کہ ہم اسلام کو اتنا جانتے ہیں، اور اسلام سے ہم لوگوں کو اتنا تعلق ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں، لیکن مستقبل میں کیا ہوگا؟ یہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، حکومت مسلمانوں کے پاس نہیں ہے، حکومت کا جو ذریعہ ہوتا ہے، اور اس کے جو فائدے ہوتے ہیں، وہ ہم کو حاصل نہیں ہیں، ہم جو کچھ محنت اور فکر کریں گے وہی ہوگا، باہر سے کرنے والا کوئی نہیں ہے، اور حکومت کی طرف سے کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے، تو پھر ہمیں ہی فکر کرنی پڑے گی، تو پہلی بات تو یہ ہے کہ ان مدارس کو جس طرح ہم پھیلا سکیں، اور بڑھا سکیں اور اس کی حفاظت کر سکیں، یہ ہمارے لیے ضروری ہیں۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں آپس میں جلدی اختلافات اور جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں، اس میں شاید نیت اچھی ہوتی ہو لیکن امت بکھر جاتی ہے، امت ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے، اور کوئی چیز تقسیم ہو جائے اور بٹ جائے تو اس کی طاقت و قوت ختم ہو جاتی ہے، وہ اپنی جگہ چاہے اچھا ہو، لیکن وہ اثر انداز نہیں ہو سکتا، جب طاقت ختم ہوگی تو کیسے کوئی اثر انداز ہو پائے گا، اس امت کی اصل قوت اتحاد ہے، قرآن مجید کا حکم ہے، ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعاً وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ صاف صاف حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو، اور ادھر ادھر ٹکڑوں میں تقسیم نہ ہو جاؤ، مل جل کر رہو، مل جل کر رہنے کے لیے اپنی طبیعت پر جبر کرنا پڑتا ہے، اور اپنی خواہش سے تنازل اختیار کرنا پڑتا ہے، یہاں آپس میں تفرقہ بہت تھا، تو ان علماء نے جو مدارس کو چلا رہے تھے اور دین کی خدمت کر رہے تھے، انہوں نے یہ بات سوچی کہ کسی طریقہ سے اس بات کو ختم کیا جائے، اور یہ تعلیم گاہ کے ذریعہ سے کرنا چاہیے، تعلیم گاہ کا جو اثر پڑتا ہے وہ عام کوششوں کا نہیں پڑتا، اس لیے کہ طلباء اپنے اساتذہ کی بات کو وزنی سمجھتے ہیں، اور مانتے ہیں، اور اس پر عمل کرتے ہیں، ان کے مقابلہ میں واعظ کی بات سے اتنا متاثر نہیں ہوتے، جتنا معلم کی بات سے متاثر ہوتے ہیں، یہ سیدھی بات ہے کہ تعلیم گاہ کے ذریعہ سے کام کیا جائے گا اس کا اثر زیادہ پڑے گا، فوراً تو نہیں، لیکن جب نسل تیار ہو جائے گی تو نسل کام کرے گی، اور وہ اس فکر کو آگے بڑھائے گی، تو اس بنیاد پر ندوۃ العلماء کا قیام ہوا، اور ندوۃ العلماء نے اسی طریقہ سے کوشش کی، متعدد شخصیتیں اس کا نمونہ ہیں، علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا عبدالباری ندویؒ، ان حضرات کا تعلق حضرات دیوبند سے پوری طرح تھا، اصلاح و استرشاد کا بھی ان ہی سے تعلق تھا، حضرت مدنیؒ سے ندوہ کے لوگوں کا برابر اصلاح و استرشاد کا تعلق رہا، لیکن تعلیم و نصاب کے سلسلہ میں نیا رویہ اختیار کیا تا کہ اس میں جو تفریق پیدا ہوتی ہے، اس کے اسباب کسی طریقہ سے دور کر دیے جائیں، اور امت کو آپس میں ملایا جائے۔

الحمد للہ یہ بات صرف ندوہ ہی نہیں، ندوہ نے تو اس کو اپنا موضوع بنایا، لیکن ہمارے حضرات اور بزرگوں نے بھی اس طریقہ کو اپنایا، ہندوستان میں اتنے زیادہ فرقے ہونے کے باوجود آپس میں جتنا اتحاد ہے، وہ آپ کو کسی دوسری جگہ نہیں ملے گا، یہ ہمارے بڑوں کی محنت کا نتیجہ ہے، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت شیخ الحدیثؒ، حضرت شیخ الاسلامؒ ان حضرات کے شاگردوں نے کتنی بڑی خدمت انجام دی ہے،

کوئی مدرسہ ایسا نہیں ہے، جو ان حضرات کے شاگردوں سے تعلق نہ رکھتا ہو، تو اس ملک میں اقلیت میں ہونے کی وجہ سے ہم ہی کو اس کی فکر کرنی پڑے گی، ہم اگر اپنے کو نہیں سنبھالیں گے اور دین کو اپنی نسلوں تک نہیں پہونچائیں گے، تو دوسرا ہماری مدد کے لیے نہیں آئے گا، یہ حضرات اس وقت سب مسلمانوں کی سربراہی اور دینی رہنمائی کر رہے ہیں۔

دو باتیں میں خاص طور پر آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں، ایک تو ہمارے مدارس کے بقاء کی بہت ضرورت ہے، ان مدارس کو ختم کرنے کی کوششیں بہت زور سے چل رہی ہیں، اس کو سب لوگ نہیں جانتے، وہ لوگ جو حالات سے واقف ہیں، وہی اس کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں، اور اس کو مٹانے کی اس خوبصورتی کے ساتھ کوشش کی جا رہی ہے کہ اس کا پتہ بعد میں چلے گا، جب وہ کامیاب ہوگی، اور اگر خدا نخواستہ وہ وقت نکل چکا ہوگا، تو پھر کف افسوس ملنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا، اس لیے ہم کو ہوشیار ہونا چاہیے، ان مدارس کو قوت پہونچانا چاہیے، اور ان کو مضبوط کرنا چاہیے، ان کی طرف سے پورا دفاع کرنا چاہیے، جب تک یہ مدارس کام کرتے رہیں گے، اس ملک میں دین قائم رہے گا، اور اگر خدا نخواستہ اس میں ہماری کوشش نہ رہی اور توجہ نہ رہی تو یہاں پر اسی طرح اسلام ختم ہو جائے گا جیسا کہ اسپین سے ختم ہو گیا، حالانکہ چھ سو آٹھ سو سال تک مسلمانوں نے حکومت کی، لیکن حکومت کو بچا نہ سکے اور حکومت کے ساتھ وہاں مسلمان بھی ختم ہو گئے۔

اس وقت ملک کو جس چیز کی ضرورت تھی، انہوں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی، انہیں اپنا اقتدار عزیز تھا، ضلع ضلع میں حکومتیں قائم کر کے انہوں نے علاقوں کو تقسیم کر دیا، اور جب عیسائی طوفان آیا، کوئی اس کے سامنے بند نہ باندھ سکا، اس نے ایک ایک کر کے سب کو نگل لیا، بھائی بھائی سے جب لڑنے لگے تو پھر کہاں سے طاقت پیدا ہو سکتی ہے؟ لہٰذا ہم سب کو ایک ہو کر مل جل کر کام کرنا ہے، اور دین کی حفاظت کا احساس ہمارے اندر پیدا کرنا ہے، جب تک صحیح احساس پیدا نہیں ہوگا، تو ہم دین کی اس طرح خدمت نہیں کر سکتے جس طرح کرنی چاہیے، دین کو بچانے کی ذمہ داری ہماری ہے، حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے، دستور ان پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں کرتا، اکثریت یہاں غیروں کی ہے اور ان کا طریقہ مختلف ہے، جو بھی محنت کرنی ہوگی ہم ہی کو کرنی ہوگی۔

ایک تو یہ کہ دین کی تعلیم اور دعوت دین کم از کم ضرورت کے مطابق پہونچ جائے گی، اور اس کے لیے سارے مسلمانوں کو میدان عمل میں آنا ہوگا، یہ کام کسی ایک فرد یا جماعت کا نہیں۔

دوسری اہم بات آپس کے اختلافات سے بچنا ہے، رواداری اختیار کریں، عقائد میں پختگی ہو، عقائد میں کوئی کمی بیشی نہیں، کوئی رواداری نہیں، کوئی گنجائش نہیں، لیکن جہاں عام انسانی سطح کی بات ہے اس میں آپس میں مل جل کر کام کر سکتے ہیں، اور اسلام کے جو ضروری معاملات ہیں، اس میں ایک دوسرے کے ساتھ رواداری اختیار کریں۔

اسی لیے میں جب کسی مدرسے میں جاتا ہوں، اور کچھ سنانے کا موقع ملتا ہے، تو اس طرف لوگوں کی توجہ خصوصیت سے مبذول کرتا ہوں، کہ مدرسے بہت ضروری ہیں، ساری باتیں، سارے مشورے جو مدرسے کو نقصان پہونچا سکتے ہیں، ان سے بچنے کی پوری کوشش کریں، اس سلسلے میں تفصیل کا موقع نہیں، اس لیے کہ بڑی طاقتیں خطرناک سازشوں کے ساتھ لگی ہوئی ہیں، اس لیے ان مدرسوں کی حفاظت کرنی ہے، اور اس کے ذریعہ سے جو فیض پھیلتا ہے اس میں مدد کرنے کی ضرورت ہے، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہر مسلمان خاندان کو یہ فکر کرنی چاہیے کہ ہم میں دین باقی رہے، اس کی تمنا کرنے کے ساتھ فکر کرنی پڑے گی، اس کے لیے مختلف تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت ہے، کم از کم ہر خاندان کے ایک یا دو فرد دینی علوم کے حامل بن کر سارے خاندان کو فیض پہونچائیں، سب لوگ تو ان مدارس میں نہیں پڑھ سکتے، اتنی تعداد تو ہونی چاہیے جس سے امت کو دین پر قائم رکھنے کا کام ہو سکے، اور امت دین سے دور نہ ہو، اس کے لیے آپ فوراً اس کا نتیجہ نہیں دیکھیں گے، بلکہ تیس سال میں نسل بدل جاتی ہے، جو کام آپ کر رہے ہیں، وہ آپ کی اولاد کرے گی، تیس سال کے بعد وہ میدان عمل میں ہوگی، اس لیے ہماری ذمہ داری دین پہونچانے کی ہے، ان مدارس کی قدر کیجیے، اور اس کی تقویت کے لیے جو آپ کے پاس ذرائع ہوں ان کو اختیار کیجیے، اور دوسرا یہ کہ فروعی معاملات اور عام انسانی معاملات میں رواداری کو اپنائیے، اس سے ہمیں قوت ملے گی۔

امت اس وقت تک مضبوط رہے گی جب تک ایک پلیٹ فارم پر رہے گی، متحد رہے گی، اس لیے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا جو پلیٹ فارم ہے، اس میں سارے مسالک کو شریک کیا گیا ہے، تا کہ ہماری آواز مضبوط ہو، ہم سب کو لے کر چل رہے ہیں، حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے اسی چیز کو اپنایا تھا، اور وہ اسی کی دعوت دیتے تھے، اور ہم اسی دعوت کے مطابق یہ بات کہہ رہے ہیں، کہ ہندوستان میں ہم امت اسلامیہ کی تھوڑی سی ذاتی

توجہ سے دین کو بچا سکیں گے، اس لیے کہ ہمارے سامنے اس کا تجربہ ہے، ہم اگر دین پر قائم رہیں گے، اور دین کو نسلوں تک منتقل کریں گے، تو یہ دین یہاں تابندہ وزندہ رہے گا۔

اصل تو انسان کی اندرونی طاقت ہوتی ہے، اس کا مقابلہ نہ اسلحہ سے ممکن ہے، اور نہ ظلم وزیادتی سے اس پر قابو پایا جاسکتا ہے، ظلم وزیادتی اور اسلحہ کتنے ہی خطرناک کیوں نہ ہوں، اگر اس کا دل مضبوط ہے، تو اس کو بدل نہیں سکتے، ہم کو اپنا ایمان اتنا مضبوط کرلینا چاہیے کہ ہمارے ایمان کو کوئی چھین نہ لے، یہ ہمارے اختیار میں ہے کہ اپنے دل میں ایمان کو مضبوطی سے جمالیں، بزرگوں سے تعلق رکھنا اور ان سے فیض اٹھانا، ان سے دین و ایمان کی باتیں معلوم کرنا، اور اس ایمان کو اپنے اندر جمالینا، جب بار بار آپ بزرگوں کے پاس اصلاح کی نیت سے آتے جاتے رہیں گے، تو ایمان آپ کے دل میں جم جائے گا، وہ آپ کی فطرت بن جائے گا، پھر جو آپ سے تعلق رکھے گا اس کے اندر ایمان داخل ہوجائے گا، تو ان مدارس کی طرف ساری توجہ صرف کرنا چاہیے، اور بزرگوں سے تعلق رکھنا چاہیے، اس وقت بزرگوں کی تعداد بہت کم ہے، اور جب تعداد کم ہوتی ہے تو اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

میں یہ باتیں طالب علم کی حیثیت سے عرض کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ ہم سب میں دین باقی رکھے، اور آئندہ نسل تک اس دین کو پہونچائے، جس طرح ہمارے بزرگوں نے ہم تک پہونچایا، اللہ تعالیٰ ہماری اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

☆☆☆☆☆

"بچوں کے ادب میں حکیم شرافت حسین رحیم آبادیؒ کی خدمات"

رابطہ ادب اسلامی کے زیر اہتمام ایک روزہ سیمینار

لکھنؤ کے مشہور مردم خیز قصبے رحیم آباد سے تعلق رکھنے والے جناب حکیم شرافت حسین رحیم آبادیؒ نے گذشتہ صدی کی پانچویں دہائی میں اصلاحِ معاشرہ اور مسلمان بچوں کی تعلیم وتربیت کے میدان میں ایک خاص نصاب تعلیم تیار کر کے اُس وقت دین کے اہم تقاضے کو پورا کیا تھا، اور ماہنامہ "صبح صادق" کے ذریعے علمی اور دعوتی حلقوں میں دینی بیداری پیدا کی تھی، اس ماہنامے نے قرآن وحدیث نمبر شائع کر کے بڑی خدمت انجام دی تھی، حکیم صاحب نے ملک کے مشرکانہ ماحول کو سامنے رکھ کر اسلام کے بنیادی عقائد، خلفائے راشدین، بعض ازواجِ مطہرات اور "اچھی باتیں" کے عنوان سے آسان اردو زبان میں بچوں کی نفسیات کی روشنی میں مختصر لیکن مفید کتابیں تیار کی تھیں، ان کتابوں نے جو "بقامت کہتر، بقیمت بہتر" کی مصداق تھیں، مادری زبان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیب وثقافت اور سیرت واخلاق سے متعلق بنیادی اصولوں کو بھی نئی نسل کے دل ودماغ میں راسخ کرنے کا کام انجام دیا تھا، آج بھی یہ نصاب بہت سے مکاتب ومدارس میں رائج ہے، آج جب کہ حکیم صاحب کی وفات کو تقریباً ربع صدی ہو رہی ہے، اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ امت کے اس محسن کو یاد کیا جائے اور ان کے تیار کردہ نصاب تعلیم کی اہمیت وافادیت کا بھرپور تعارف کرایا جائے۔

اسی منصوبے کے پیشِ نظر رابطہ ادب اسلامی کی مقامی شاخ اور "ادارہ دین ودانش" کے مشترکہ تعاون سے ایک روزہ سیمینار کا انعقاد کیا جارہا ہے، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر رابطہ ادبِ اسلامی کی سرپرستی میں یہ سیمینار ان شاء اللہ ۲۹/ رجب ۱۴۳۴ھ/ ۹/ جون ۲۰۱۳ء بروز یکشنبہ صبح نو بجے ندوۃ العلماء کے عباسیہ ہال میں منعقد ہوگا۔

☆☆ رابطہ ادب اسلامی عالمی کی طرف سے "القصة في القرآن" اور "القصة في الحديث" کے موضوع پر منعقد ادبی مسابقے کرائے گئے تھے، ان کے نتائج بھی آچکے ہیں جن میں مندرجہ ذیل طلبہ انعام کے مستحق قرار دیے گئے ہیں:

نمبر شمار	درجات علیا	انعام	نمبر شمار	درجات عالیہ
۱	محمد ذاکر - علیا ثانیہ شریعہ (فقہ)	اول	۱	شیخ محمد اسلم - عالیہ ثالثہ شریعہ
۲	شہباز اجمل - علیا ثانیہ (فقہ)	دوم	۲	ہدایت اللہ - عالیہ اولیٰ شریعہ
۳	محمد طلحہ - علیا اولیٰ شریعہ (حدیث)	سوم	۳	محمد شاداب غنی - عالیہ ثالثہ شریعہ

ان کے علاوہ باقی تمام شرکاء کو تشجیعی انعامات دیے جائیں گے، یہ انعامات بھی اسی روز حضرت صدر عالی قدر کے دست مبارک سے دیے جائیں گے۔

☆☆☆☆☆

دعوت دین

اسلام کی غربت

مولانا مجیب اللہ ندویؒ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اسلام غربت کی حالت میں شروع ہوا ہے، اور پھر ایک زمانہ آئے گا جب وہ ویسا ہی ہوجائے گا، تو جو لوگ اس کی غربت دور کرنے کی کوشش کریں وہ لائق ستائش اور لائق بشارت ہیں۔ [مسلم]

یعنی وہ لوگ جو دین کی خاطر اپنے گھر بار اور خاندان کو خیر باد کہہ دیں۔

ان ارشادات نبویؐ کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جب حق کی آواز بالکل اجنبی اور غیر مانوس ہوجائے، دین فطرت کا احساس لوگوں کے دلوں سے نکلنے اور ان میں فساد اور بگاڑ پیدا کرنے لگے، خدا کی کتاب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے جب بعد پیدا ہوجائے، فضا اور ماحول اتنا بگڑ جائے کہ اس میں رہتے ہوئے آدمی کے لیے دین پر عمل کرنا دشوار ہوجائے، ایسی حالت میں اہل جرأت اپنے دین کو بچاتے ہوئے اصلاح امت، اقامت دین اور احیائے سنت کا کام کرتے ہیں، جو مردان خدا ایسے نازک حالات میں دنیا کو حق کی طرف بلانے اور باطل سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، وہی لوگ غرباء کے مبارک نام سے یاد کیے گئے ہیں، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کو بشارت اور خوش خبری دی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے یہی نہیں، کہ غریب اور غرباء کی پوری تشریح ہوجاتی ہے، بلکہ مجملاً یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے، کہ اسلام کی غربت کو دور کرنے کی جو لوگ سعی کریں گے ان کو کیا کیا مراحل پیش آسکتے ہیں، اور انہیں کن کن دشوار گزار گھاٹیوں کو طے کرنا ہوگا؟

عام فتنہ وفساد اور معاشرہ کے عام بگاڑ کے وقت آدمی کا اپنے دین کو بچالے جانا بھی بڑا کام ہوتا ہے اور حدیث میں اس کی اجازت آئی ہے، لیکن بہر حال یہ رخصت کا پہلو ہے، عزیمت یہی ہے کہ حق کی جو دولت اسے فضل ایزدی سے ملی ہے، اس کو اپنے ہی تک محدود رکھنے کے بجائے دوسروں میں بھی تقسیم کرے، اس کو چھپانے کے بجائے زندگی کے میدان میں آکر اس کی دعوت دے، دین کی جو روشنی اس کے ہاتھ آئی ہے، اس سے اپنی ہی آنکھیں روشن نہ کرے، بلکہ جو لوگ باطل کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں سراسیمہ وسرگرداں ہیں، ان کے ہاتھوں تک بھی یہ روشنی پہنچائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ ان کو سو شہیدوں کے برابر اجر ملے گا، اور یہی لوگ ہیں جن کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: میری امت میں ہمیشہ کچھ ایسے لوگ موجود رہیں گے جو حق کو غالب کرنے کے لیے جدوجہد کرتے رہیں گے، ان کو اس بات کی پرواہ نہ ہوگی کہ کس نے ان کو چھوڑ دیا، اور کون ان کی مخالفت کر رہا ہے، یہ گروہ قیامت تک اپنا کام کرتا رہے گا۔

یہی کار عزیمت ہے جسے انجام دینے کے لیے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی ہے چنانچہ انبیاء کے مقصد بعثت اور فریضہ نبوت کے سلسلے میں قرآن نے کھلے الفاظ میں یہ اعلان کیا ہے کہ: دین کو قائم کرو، یہاں خدائے قدوس نے حکم جس بات کا دیا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ دین پر قائم رہو بلکہ یہ ہے دین کو قائم کرو۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خیر القرون میں بھی اس طرح کے بعض سادہ مزاج اور "رخصت پسند دیندار" پیدا ہو گئے تھے جن کے دلوں میں یہ خیال پرورش پانے لگا تھا کہ آدمی پر اصل ذمہ داری اس کے انفرادی اصلاح وتقویٰ کی ہے، اجتماعی تقاضے یعنی دعوت واصلاح، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی عدم پابندی اس کی دینداری میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتی، وہ خود اچھے ہیں تو دنیا بری ہوا کرے، انہوں نے اپنے خیال خام کے جواز کے لیے قرآن کریم کی اس آیت کو اپنے استدلال کا سہارا بنا لیا تھا: "تم اگر خود ہدایت پر ہو تو کسی کا گمراہ ہونا تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ہے"۔

لیکن جب حضرت صدیق اکبرؓ کو اس غلط ذہنیت کا علم ہوا تو آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور تقریر کر کے اس خام خیالی کی تردید کی، آپؓ نے فرمایا: "اے لوگو! تم آیت: يا أيها الذين آمنوا...... پڑھتے ہو (اور اس کے ظاہری الفاظ سے غلط فائدہ اٹھاتے ہو حالانکہ اس آیت کا مفہوم وہ نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ برائی دیکھ کر اس سے اغماض برتیں اور اسے دور کرنے کی کوشش نہ کریں تو قریب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے"۔

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: "جب لوگ ظالم کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان

پر عذاب بھیج دے"۔

انبیاء کرامؑ کی سیرتوں پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو صاف نظر آئے گا کہ جب بھی انہوں نے لوگوں کو حق کی طرف بلایا ہے، جب بھی انہوں نے خدا اور بندے کے ٹوٹے ہوئے رشتہ کو جوڑنے کی کوشش کی ہے تو ابتدا میں ان کی آواز پر لبیک کہنے والے اور ان کی دعوت کو قبول کرنے والے بہت کم بلکہ بسا اوقات ایک دو بھی نہیں ہوئے ہیں، پھر بھی نہیں کیا گیا بلکہ اس دعوت کے نتیجے میں ان کو ہر قسم کی مصیبتیں اور اذیتیں برداشت کرنی پڑیں، ان میں سے بعضوں کو اپنے اہل وعیال سے الگ ہونا پڑا، بعضوں کو گھر بار سے دستبردار ہونا پڑا، اور کتنوں کو اپنی جان کی بازی بھی لگانی پڑی، غور کرنے کی بات ہے کہ دعوت حق دینے سے پہلے جو لوگ ان کے ہمدرد، ہم نوا تھے، وہ یک بہ یک ان کے دشمن کیوں ہوگئے؟ کل تک جو بیوی کا، شوہر کا، باپ کا، بیٹے کا اور بھائی کا سا رشتہ رکھتے تھے، آج وہ ان کے خون کے پیاسے کیوں ہوگئے؟ کل تک جو لوگ ان کے اخلاق کے مداح تھے، آج ان کی برائی کیوں کرتے پھر رہے ہیں؟ کل تک بستی اور خاندان کا ہر شخص ان سے ملنے جلنے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کو باعث فخر سمجھتا تھا، آج وہ نفوس قدسی اجنبی اور غریب الدیار کیوں بنا دیے گئے ہیں، اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ جس چیز کی طرف ان کو بلا رہے تھے، ان کے لیے وہ غیر مانوس اور نئی چیز معلوم ہوتی تھی، وہ چونکہ اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا کرنا نہیں چاہتے تھے یا اس کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے، اس لیے کسی تبدیلی یا انقلاب کی دعوت ان کے لیے بالکل تعجب خیز اور مضحکہ انگیز تھی۔

☆☆☆☆☆

عاشقی شیوہ رندانِ بلاکش باشد

مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میرے چچا انس بن النضرؓ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے جس کا انہیں ہمیشہ قلق اور افسوس رہا کرتا تھا، وہ اکثر فرماتے تھے: میں بدقسمتی سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام کے سب سے پہلے غزوہ میں شریک نہ ہو سکا، لیکن اگر اللہ عزوجل نے مجھے آئندہ کسی غزوہ میں مشرکین سے جنگ کرنے کا موقع دیا تو دیکھنا میں اللہ کی راہ میں کیسی شجاعت وجانبازی کا مظاہرہ کروں گا، چنانچہ ان کی یہ خواہش میدان اُحد میں پوری ہوئی، جنگ اُحد میں جب مسلمان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی جھوٹی افواہ سے بددل ہو کر میدان سے ہٹنے لگے تو اس نازک موقع پر انہوں نے بے مثال ثبات واستقلال اور شجاعت وپامردی کا مظاہرہ کیا اور پوری ہمت وبہادری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتے رہے، اس موقع پر ان کی ملاقات حضرت سعد بن معاذؓ سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا: اے ابوعمرو! (حضرت سعدؓ کی کنیت) یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو، وہ دیکھو اُحد کے اس پار سے جنت کی خوشبو آرہی ہے، یہ کہہ کر وہ مشرکین کی صفوں میں گھس گئے اور ان سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔

آیا پروانہ گرا شمع پہ اور جل بھی مرا
تم ابھی سوچ رہے ہو کہ محبت کیا ہے

روایتوں میں آتا ہے کہ ان کے جسم پر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے اسی (۸۰) سے زائد زخم تھے۔

ایک خونچکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

ان کی بہن حضرت ربیعؓ بنت نضرؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ان کی لاش کو انکی انگلیوں کے پوروں سے پہچانا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اکثر صحابہ کرامؓ کا یہ خیال تھا کہ قرآن کریم کی یہ آیت: "مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا"۔ (ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھایا جس پر قول کیا تھا اللہ سے، پھر کوئی ہے کہ پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی ہے ان میں منتظر اور بدلا نہیں اپنا ارادہ کچھ) حضرت انس بن نضرؓ اور ان کے ساتھیوں یعنی دیگر شہداء اُحد کے بارے میں نازل ہوئی۔ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ

اس قصہ کے فوائد

☆ عہد کا لحاظ رکھنا بندہ کے ایمان کی دلیل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا"۔ (ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھایا جس پر قول کیا تھا اللہ سے، پھر کوئی ہے کہ پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی ہے ان میں منتظر اور بدلا نہیں اپنا ارادہ کچھ)۔

☆ وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے۔

☆ صحابہ کرامؓ اسلام کی حفاظت کے لیے جان کی بازی لگانے کا جذبہ رکھتے تھے۔

☆ شہید کے لیے جنت ہے۔

☆ جنت کا شوق انسان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بڑی سے بڑی قربانی دینے پر آمادہ کر سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

فکر انگیز

'نظام تعلیم وتربیت' - ایک مطالعہ

ڈاکٹر محمد اکرم ندوی (آکسفورڈ، لندن)

کتاب "نظام تعلیم وتربیت" اپنے موضوع سے متعلق ایک محقق وثاقب النظر عالم (مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی، معتمد تعلیم ندوۃ العلماء) کی فکر انگیز اور بصیرت افروز تحریروں کا مجموعہ ہے، کتاب کا موضوع مختلف حیثیتوں سے بنیادی اہمیت کا حامل ہے، اس میں جو مباحث پیش کیے گئے ہیں، وہ نسل انسانی کے مستقبل کی فکر کرنے والے ہر مذہب اور ہر طبقہ کے افراد کے لئے رہنما اصول ہیں، بالخصوص مسلمانوں کے لئے یہ کتاب بحث ونظر کا نیا زاویہ اور لائحۂ عمل پیش کرتی ہے، اور بمصداق ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾، ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

مسلمانوں کو جو انفرادیت وامتیاز حاصل ہے، اس کی بنیاد پر یہ کتاب انہیں دوسروں کی تقلید سے دور رہتے ہوئے ایک ایسا مکمل اور جامع نظام تعلیم اپنانے کی دعوت دیتی ہے جو نئی نسل کے لیے اس طرح کی تربیت کا ضامن ہو جس میں معاشی و دنیوی ضروریات کے ساتھ ایمان، اعمال، اخلاقی اقدار اور ایک داعی اور مصلح امت کی خصوصیات اچھی طرح ملحوظ ہوں۔

عالمی سطح پر مسلمانوں کے سیاسی زوال اور فرنگی سامراج کے نتیجہ میں برصغیر بلکہ پورے عالم اسلام میں متضاد نظامہائے تعلیم وتربیت نے رواج پایا، ایک طرف مسلمانوں کا صدیوں پرانا نظام تعلیم جسے استعمار نے منظم طریقہ سے سبوتاژ کیا اور عملی طور پر اسے ناکارہ اور غیر متعلق بنانے کی بھرپور اور منظم کوشش کی، اجتماعی اور سیاسی سطح پر نظر انداز کیے جانے کے خطرہ کے باوجود مسلمانوں کے ایک طبقہ نے اس نظام تعلیم سے اپنی وابستگی برقرار رکھی، اور پوری وفاداری کے ساتھ اس کی راہ میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا، اور دوسری طرف جدید نظام تعلیم جو ملازمتوں کے لیے سیکولر انداز میں افراد تیار کرانے کا ضامن تھا اور جسے سامراج نے روشناس کرایا، اس کی پشت پناہی کی اور اس کے ساتھ ترجیحی سلوک برتا، اور کچھ مسلمانوں نے خوشی خوشی یا بدرجہ مجبوری اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے، مسلمان علماء اور دانشمندوں کا ایک بڑا طبقہ اچھی طرح واقف تھا کہ یہ نظام تعلیم ایک خاص ماحول کی پیداوار ہے، عیسائی مذہب، رومی تہذیب اور یونانی فلسفہ اس کے بنیادی اجزائے ترکیبی ہیں، یورپ کی نشأۃ ثانیہ نے مذہب دشمنی اور مادہ پرستانہ اقدار کو اس نظام کا غیر منفک حصہ بنا دیا ہے، یہ پورا نظام مشرق کے لیے اجنبی ہے، یہاں کے ادیان ومذاہب خاص طور سے اسلام، یہاں کی تاریخ، اور اخلاق واقدار سے متصادم ہے، مشرق میں اس نظام کو روشناس کرانے کا مطلب ایک طویل کشمکش اور جنگ کا آغاز ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک مذہب کو جو اہمیت حاصل ہے اس کا تقاضا تھا کہ مسلمانوں کا نظام تعلیم ایسا ہو جس میں عربی زبان، قرآن کریم، حدیث نبوی، فقہ، اسلامی تاریخ، اخلاقیات اور دیگر اسلامی موضوعات پر زیادہ زور ہو، اور ان موضوعات کو خصوصی ترجیح حاصل ہو، جبکہ ملازمتوں اور دنیاوی اغراض ومقاصد کا حصول اس کا متقاضی تھا کہ مسلمان انگریزی اور دوسری فرنگی زبانیں سیکھیں جن سے جدید موضوعات کی تعلیم مربوط ہے، اور جدید تہذیب وثقافت کو اپنائیں، عام مسلمانوں کے لئے یہ فیصلہ آسان نہیں تھا کہ دونوں میں سے کسے اختیار کریں، اپنی زبان اور تہذیب وروایت، یا یورپ کی زبان اور عادات واطوار، ظاہر ہے کہ جدید طرز تعلیم کا مفہوم صرف یہ نہیں تھا کہ غیر ملکی زبان سیکھی جائے اور نئے موضوعات کی تعلیم حاصل کی جائے، بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں ایک نہایت مختلف نظریہ کے غلبہ کی راہ ہموار کی جائے۔

اس جدید نظریہ تعلیم کو نافذ کرنے کے لیے:

"مغربی دنیا نے تعلیمی اداروں کا ایک جال پھیلا دیا، اس کے لیے اس نے ایک خاص نصاب تعلیم تیار کیا جس میں ایسے مضامین شامل کیے گئے جس سے تعلیم حاصل کرنے والے مسلم طلبہ اپنی روشن تاریخ اور شاندار ماضی کی طرف سے بدگمان ہوں اور اس کی طرف ذلت وحقارت آمیز نگاہوں سے دیکھیں اور اسلامی تشخص کے اہم عناصر سے محروم ہو جائیں، اس نظام تعلیم وتربیت کے اثر سے ان کے قلب ونظر اور ذہن ودماغ میں فساد پیدا ہو، ان کی عقلیں مغرب اور مغربی تہذیب وتمدن کی چمک دمک سے مسحور ومرعوب ہوں اور رسیا بن جائیں، اور پھر تعلیم سے فراغت کے بعد مغرب ان کو اپنے سامراجی منصوبوں کی تکمیل کے لیے استعمال کرے

یا پھر اپنے ملک اور معاشرہ میں مکمل طور پر ان کو ضم کرلے اور وہ اپنے معاشرہ سے الگ تھلگ ہوجائیں"۔ (پیش نظر کتاب سے)

نئی تعلیم کو کیا واسطہ ہے آدمیت سے
جناب ڈارون کو حضرت آدم سے کیا مطلب
نظر ان کی رہی کالج میں بس علمی فوائد پر
گرا کیں چپکے چپکے بجلیاں دینی عقائد پر

کتاب کے مختلف ابواب میں جدید نظریہ تعلیم کے فلسفہ اور اس کے اثرات کا تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے اور نئی تعلیمی پالیسی کے اغراض و مقاصد ونتائج سے اچھی طرح پردہ فاش کیا گیا ہے، اس نظریہ تعلیم کو غالب کرنے، اسے مزید موثر بنانے اور یورپ کی ثقافتی یلغار اور فکری حملہ کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے منتخب مسلمان طلبہ کو یوروپین یونیورسٹیوں میں بھیجا گیا، ان کی ہمت افزائی کی گئی، ان کو بہترین وظائف دیے گئے، اور ان کی ذہن سازی اس انداز سے کی گئی کہ وہ اپنے وطن لوٹ کر اپنی ملت کو اس کے ماضی سے منقطع کردیں، اور اپنے ملکوں میں مغرب کی تہذیب کے نمائندہ ہوں۔

فرنگی تہذیب کو مزید مستحکم کرنے اور ممکن حد تک اسلام کے دینی وثقافتی اثر کو ختم کرنے کے لئے عیسائی مشنریوں نے مسلمان ملکوں میں اعلی معیار کے اسکول اور تعلیمی ادارے قائم کیے، ان میں صرف ان اساتذہ ومعلمین کو تعینات کیا گیا جن کی فکر اور تبلیغی جذبہ پر کلیسا کو اعتماد تھا، اور اس کی کوشش کی گئی کہ اونچے گھرانوں اور مالدار خاندانوں کے بچے انہی اداروں میں تعلیم حاصل کریں تاکہ مسلمانوں کا حکمراں اور بااثر طبقہ مسلمان ملکوں اور معاشروں میں مغربی ثقافت کا امین ہو، اور عام مسلمانوں کے اندر مغرب کے تہذیبی برتری پر یقین راسخ ہوجائے، اور خود اپنے دینی وتہذیبی ورثہ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھیں، اور رفتہ رفتہ ماضی سے ان کا رشتہ منقطع ہوجائے۔ "چنانچہ اس نظام تعلیم وتربیت کے اثر سے ایک ایسی علمی نسل وجود میں آئی جو روحانیت سے خالی تھی اور اپنے اسلاف کی میراث کی باغی تھی"۔

"یوروپین فکر کے موافق تیار ہوئی یہ نسل ایک طویل عرصہ سے پوری دنیا میں قیادت اور اثر ورسوخ کی اہم جگہوں پر فائز ہے، جو ہر اس چیز پر ایمان رکھتی ہے جس کی مغرب تلقین کرتا ہے، یہ نسل مغرب کے مقاصد کی تکمیل میں لگی ہوئی ہے" (کتاب سے)۔

کتاب کے مضامین ومشتملات فکر انگیز ہونے کے ساتھ نہایت عالمانہ اور مدلل ہیں، مصنف نے حسب ضرورت مغربی مفکرین اور تعلیم کے ماہرین کی تحریروں سے استشہاد کیا ہے جن سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ جدید نظام تعلیم کے جن منفی پہلوؤں کی مصنف نے تفصیلات فراہم کی ہیں خود مغرب کے مفکرین ان نتائج سے متفق ہی نہیں، بلکہ یہ نتائج ان کی توقع اور منصوبہ بندی کے عین مطابق ہیں، نمونہ کے طور پر چند اقتباس نقل کیے جارہے ہیں:

صموئیل زویمر: "یہ ضروری ہے کہ ہر میدان میں ساری توجہ مسلمانوں کی چھوٹی نسل پر دی جائے"۔ "تمہارا مشن اس پر ختم نہیں ہوجاتا کہ مسلمانوں کو عیسائی مذہب میں داخل کرلو، یہ تو ان کے لیے ہدایت اور باعث شرف بات ہوگی، بلکہ تمہارے مشن کا مقصد یہ ہے کہ تم مسلمانوں کو اسلام سے خارج کردو کہ اللہ تعالی سے ان کا کوئی تعلق باقی نہ رہے، نتیجتاً ان اقدار وروایات سے بھی ان کا تعلق ختم ہوجائے گا جن پر قومیں اپنی زندگی میں بھروسہ کرتی ہیں"۔

مسٹر ٹاکلی: "یہ ضروری ہے کہ ہم اسکولوں اور مدارس قائم کرنے کی ہمت افزائی کریں، خصوصاً مغربی تعلیم پر ابھاریں، بہت سے مسلمان ایسے ہیں کہ انگریزی زبان سیکھنے سے ان کا ایمان متزلزل ہوگیا، اس لیے کہ مغربی درسی کتب مشرقی مقدس کتاب پر ایمان واعتقاد کو مشکل بنادیتی ہیں"۔

گب: "ان اسکولوں اور تعلیم گاہوں نے طلباء کو ایک خاص رنگ میں رنگ دیا، ان کے ذہن و مذاق کو تیار کیا، اور سب سے اہم نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ان اسکولوں اور مدرسوں نے طلبہ کو یوروپین زبانیں سکھادیں جس کے بعد وہ زندگی میں براہ راست یوروپین فکر اور طرز حیات اپنا سکیں"۔

ڈاکٹر زویمر: "ابتدائی اسکولوں میں تعلیمی پروگرام کی تقریباً نصف صدی پوری کرلینے کے بعد سامراجی سیاست نے مدرسوں سے قرآن کو خارج کردیا، پھر تاریخ اسلام کو نکال دیا، اور اس طرح ایک ایسی نسل تیار کی جو مادیت پرست، تذبذب اور فکری وذہنی اضطراب میں مبتلا تھی، جسے نہ اپنے عقیدہ پر ایمان ویقین تھا، اور نہ ہی دین کا پاس ولحاظ اور ملک کی آزادی کا خیال تھا"۔

گب: "ان مشنریوں کے تحت چل رہے تعلیمی اداروں نے طلباء کے اخلاق وعادات، افکار و خیالات پر مسیحی رنگ چڑھانے کا کامیاب تجربہ پیش کیا ہے، ان اداروں نے انہیں یورپی زبان سیکھنے میں بڑی مدد کی، جس کے نتیجے میں مغربی افکار اور اس کے کلچر سے بڑی حد تک ہم آہنگ ہوگئے" (کتاب سے)۔

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین ومروت کے خلاف

جو مسائل اور مباحث اس کتاب میں اٹھائے گئے ہیں وہ صرف مسلمانوں اور جدیدیت کے تعلق سے تاریخی اہمیت کے حامل یا موجودہ تعلیمی ارتقاء سے مربوط نہیں ہیں، بلکہ یہ مسائل ومباحث ان سب لوگوں کے دلچسپی کے ہیں جنھیں جدید تعلیمی نظام کے طویل المیعاد نفسیاتی ذہنی اور اجتماعی اثرات کی فکر ہے، جدید تعلیم کے یہ منفی اثرات آج سامراجی ممالک کے لیے اسی طرح ایک حقیقت بن چکے ہیں جو ایک زمانہ میں صرف سامراج کے زیر اثر ممالک کے لیے باعث فکر تھے۔ اس کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے ہمیں جدید تعلیم سے کیا لینا ہے، کتنا لینا ہے، اور کیا چھوڑنا ہے اور کتنا چھوڑنا ہے؟ تعلیم کے بنیادی مقصد کو سمجھنا ہوگا۔

تعلیم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جدید نسل کے افراد کی اس طرح تربیت کی جائے کہ وہ "اچھا انسان" بن کر "اچھی زندگی" گزار سکیں، اور اس انسانی دنیا کا حصہ بن سکیں جو انہیں پرانی نسل سے ورثہ میں ملی ہے، اس مفہوم میں تاریخ انسانی کے ہر دور میں ہر کمیونٹی تعلیم وتربیت کے عمل سے وابستہ رہی ہے، ان انسانی آبادیوں میں بھی جہاں کوئی تحریری ثقافت موجود نہیں بڑی عمر کے لوگ چھوٹوں کو سکھاتے رہے ہیں کہ کس طرح اچھی زندگی گزاریں، کس طرح شکار کریں یا کاشتکاری کریں یا جانوروں کو پالیں، یا غذائی اہمیت کے حامل کھانوں کو کم غذائیت کے حامل یا نقصان دہ کھانوں سے الگ کرسکیں، بیماری کی علامات پہچانیں اور علاج کی کوشش کریں، کپڑے بنیں اور سلیں، انفرادی عبادت کریں یا اجتماعی عبادت میں حصہ لیں، اپنے بزرگوں اور سورماؤں کے قصے یاد کریں اور بیان کریں، تقریبات میں حصہ لیں اور ان کی تیاری کریں، اجتماعی مواقع میں کس طرح شرکت کریں۔ مختصراً ہر انسانی معاشرہ خواہ کتنا ہی سادہ ہو اس کے پاس معلومات کا ایک ذخیرہ ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر شخص ہر چیز کی تعلیم حاصل کرتا ہے، بلکہ ہر ایک شخص اپنی زندگی کے لیے یہ سیکھتا ہے کہ کس طرح اچھی زندگی گزارے اور کس طرح اس معاشرہ کا حصہ بن سکے جس میں وہ رہ رہا ہے، اور پھر کس طرح اس ورثہ کو اگلی نسل تک منتقل کرسکے۔

تقریباً ڈیڑھ سو سال سے مغرب میں جو نظام تعلیم غالب ہے اس میں اس پر توجہ نہیں ہے کہ لوگ اچھے انسان بنیں اور اچھی زندگی گزاریں، بلکہ ساری توجہ اس پر ہے کہ کس طرح طلبہ ان علوم وفنون میں مہارت حاصل کریں جن سے انہیں پیسہ کمانے اور معاش کو بہتر بنانے میں مدد ملے، گویا تعلیم جدید کا محور صرف مادہ ومال ہے، اور یہ چیز زہر کی طرح دنیا کے ہر حصہ کے نظام تعلیم میں سرایت کرتی جارہی ہے، اس وقت تعلیم کی کامیابی کے جانچنے کا معیار یہ نہیں کہ طلبہ اچھی زندگی گزارنے کا طریقہ سیکھیں یا کس طرح اپنے معاشرہ کے ثقافتی پہلوؤں کو سمجھیں اور پھر ان کے اندر اپنا کردار ادا کریں، بلکہ معیار یہ ہے کہ یہ انفرادی اور اجتماعی طور پر کتنی آمدنی پیدا کرنے کا اہل ہے، مثال کے طور پر کافی عرصہ سے امریکہ میں ایک اصطلاح مستعمل ہے "امریکی خواب" اس اصطلاح کے اندر اب "اچھی زندگی" کے مشتملات میں خاندانی اقدار اور شہری ذمہ داریوں کا شمار نہیں، اب "امریکی خواب" کی اصطلاح صرف دولت اور شہرت سے عبارت ہے، انسانی زندگی کے دوسرے پہلو زبان، ثقافت اور مذہب اگرچہ امریکی معاشرہ سے ناپید نہیں ہوگئے ہیں، مگر معاشی کاروبار کے دباؤ میں ان کا اثر بہت محدود ہوگیا ہے، اور ان پر بھی معاشی اصطلاحات وافکار کا غلبہ ہوگیا ہے۔

مغربی ممالک کا ایک سنجیدہ اور سمجھدار طبقہ تعلیم وتربیت کے ان مادہ پرستانہ رجحانات سے پریشان اور شاکی ہے اور یہ احساس عام ہوتا جارہا ہے کہ صحیح تربیت کے فقدان نے انسانوں کو حرص وہوس کا اس طرح شکار بنادیا ہے کہ ساری انسانی قدریں دھیرے دھیرے ختم ہوتی جارہی ہیں، اور خود غرضی اور مفاد پرستی کی حکمرانی کا دائرہ بڑھتا جارہا ہے، اس کے نتیجہ میں سکون واطمینان سے محرومی عام ہوتی جارہی ہے۔ "سامراجی تربیت کے نتیجہ میں آج انسانیت کو پیچیدہ مسائل کا سامنا ہے، ان مسائل سے صرف ترقی پذیر ممالک ہی دوچار نہیں ہیں؛ بلکہ یہ بیک وقت ترقی یافتہ ممالک کے امن اور سلامتی کے لئے بھی خطرہ ہیں اور ان کی تہذیبی ترقی میں رکاوٹ"۔ "مغربی تصور کے مطابق مثالی انسان وہ ہے جو اپنی صلاحیت اور اپنے وسائل کو اپنے مادی مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کرے، اس میں عقیدہ کی اصلاح ودرستگی، اخلاقیات کی درستگی، انسانی سلوک کی درستگی اور انسانی اقدار وروایات کے پاس ولحاظ کی تعلیم نہیں دی جاتی"۔ "آج دنیا کے مختلف علاقوں میں جو صورت حال ہے وہ بے انتہا خوفناک ہے جس کا مقابلہ کرنے اور حل نکالنے سے تمام موجودہ سیاسی قیادتیں اپنی انتظامی اور فوجی قوت کے باوجود عاجز ہیں"۔ "اس غیر دینی اور غیر اخلاقی تربیت کے نتیجہ میں ایک ایسا معاشرہ وجود میں آگیا جو بظاہر ترقی وپیش قدمی کرتا نظر آتا ہے، مگر درحقیقت وہ خود غرضی میں مبتلا اور اپنی ذات تک محدود ہے"۔ "یوروپین معاشرہ اخلاقی اقدار و روایات، دینی اصول واحکامات کے نہ ہونے کی وجہ سے فساد وبگاڑ، اخلاقی انارکی وابتری کی انتہا کو پہونچ گیا ہے اس کے نظام حیات کا شیرازہ پورے طور سے بکھر چکا ہے، وہاں کے اہل فکر ودانش جو انسانوں کا دل اور احساس رکھتے ہیں اس کا شدت کے ساتھ احساس کرنے لگے ہیں" (کتاب سے)۔

اس صورت حال میں بنیادی تبدیلی لانے کے لیے مصنف کے نزدیک پورے نظام تعلیم وتربیت کی اصلاح کی ضرورت ہے، صرف نصاب کی تبدیلی یا کوئی جزئی اصلاح کافی نہیں، عالم اسلام کے بعض ملکوں میں نصاب تعلیم کی طرف توجہ دی گئی، اور اسلامی تصور کے منافی افکار وتصورات اور خیالات ورجحانات سے نصاب تعلیم کو پاک وصاف کرنے کی کوششیں کی گئیں، اور اسلامی مضامین نصاب میں شامل کیے گئے، یہ صرف تعلیم کی ایک اکائی ہے کل نہیں، اس کے ساتھ اساتذہ ایک اکائی کی حیثیت رکھتے ہیں، تعلیمی ماحول، ثقافتی پروگرام اور ذرائع ابلاغ اور تہذیبی قدریں بھی اس نظام کا اہم جزء ہیں۔ "اسلامی تربیت ہر چیز کو اس کے مناسب مقام پر رکھتی ہے کہ انسانی سرگرمی کا کوئی پہلو مغلوب نہ ہونے پائے، اور جسم، عقل اور روح کے درمیان توازن برقرار رہے، انسان کو دوسرے کے لیے آئیڈیل بناتی ہے، اور کائنات میں اعلی ترین مقام پر فائز ہونے کی ترغیب دلاتی ہے، اس اعتبار سے اسلامی تربیت انسان کے جسمانی، عقلی، شعوری، سماجی، ذوقی اور روحانی تمام پہلوؤں کو محیط ہے، اور اسلامی تربیت انسان کو متوجہ کرتی ہے کہ اس کی تمام سرگرمیاں ایک اعلی مقصد پر مرکوز ہوں، اور وہ دنیا وآخرت میں اللہ کی خوشنودی اور رضا کے حصول کا ذریعہ ہوں" (کتاب سے)۔

"اسلام کو درپیش خطرات کے مقابلہ کے لیے ہمیں جامع علماء کی ایک بڑی تعداد کی ضرورت ہے، جو دنیا کے مختلف حصوں میں تعلیم وتربیت اور تحریک ودعوت کا کام انجام دیں، اور میدان میں نکل کر مقابلہ کی صلاحیت کے ساتھ اسلام کی خدمت انجام دیں، اور ایسا اس وقت ممکن ہے جب کہ ایک ایسا تعلیمی، تربیتی، ثقافتی نظام تیار کیا جائے جو قدیم وجدید کا جامع ہو، جس میں سمٹنے کے بجائے پھیلنے کی صلاحیت ہو، جس کے فارغین دعوتی جذبہ، علمی صلاحیت، عصری واقفیت اور مؤلفانہ جرأت و اعتماد کے ساتھ مسجد، مدرسہ ہی میں نہیں، بلکہ زندگی کے ہر گوشہ میں دعوت اسلام کا کام انجام دیں، اس کے لئے ہمیں اپنے تعلیمی اور تربیتی نظام کی از سر نو تنظیم کرنی ہوگی" (کتاب سے)۔

اس وقت دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں میں جو مذہبی بیداری رونما ہو رہی ہے اس کے ساتھ ان کے اندر تعلیم وتربیت کے موضوع کی اہمیت کا احساس شدت کے ساتھ بڑھ رہا ہے، اور نوع انسانی پر مغرب کے نظام تعلیم کے نقصانات اور منفی اثرات واضح ہوتے جارہے ہیں، اور ایسے تعلیمی اداروں اور مراکز قائم کرنے کا رجحان روز افزوں ہے جو خالص اسلامی نظریہ تعلیم کو فروغ دیں، اس میں شک نہیں کہ یہ بہت ہی نازک اور مہتم بالشان عمل ہے، کسی قسم کی فکری اور عملی لغزش ہماری کوششوں پر پانی پھیر سکتی ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس نازک وقت پر استاد محترم کی یہ کتاب سامنے آرہی ہے، آپ کا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے جو صدیوں سے دعوت واصلاح اور تعلیم وتربیت کا علمبردار ہے، اپنے گھر کے علمی ودینی ماحول اور زمانہ طالبعلمی سے ندوۃ العلماء جیسے عالمی ادارہ اور تحریک سے وابستگی نے آپ کو اسلام کے نظام تعلیم کے ساتھ مغرب کے نظام تعلیم کا پوری گہرائی اور بصیرت کے ساتھ مطالعہ کرنے کا موقع فراہم کیا، انگریزی زبان سے واقفیت، صحافت اور دیگر ذرائع ابلاغ سے طویل عرصہ کے ارتباط نے آپ پر جدید تعلیم وتربیت کے منفی اثرات روز روشن کی طرح واضح کردیے، آپ تقریباً پچاس سال سے تدریس وتصنیف کے میدان میں پوری دلچسپی کے ساتھ منہمک ہیں، اور کئی سالوں سے ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیم کے ذمہ دارانہ منصب پر فائز ہیں، آپ کی عربی اور اردو کی تحریریں آپ کی عالمانہ نظر، وسیع وعمیق مطالعہ، انصاف واعتدال پر مبنی فکر اور تجزیہ نگاری کی شاہد عدل ہیں، صرف تحریر ہی نہیں بلکہ عملی طور پر اپنے طلبہ کے اندر اس بصیرت کو پیدا کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں، اس عاجز نے ندوۃ العلماء میں آپ سے فکر اسلامی کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہے اور آپ کی مجالس اور تحریروں سے استفادہ کیا ہے، اسلامی فکر کو راسخ کرنے، مغربی ثقافت وفکر کا مبصرانہ وناقدانہ جائزہ لینے، اور ایک جامع اور معتدل نظام تعلیم وتربیت کی تشریح کرنے میں جو رسوخ وملکہ آپ کے یہاں نظر آیا اس کی مثال اس وقت نادر ہے، مغرب میں اس عاجز نے بائیس سال سے زائد کا عرصہ گزارا ہے اور اس طویل مدت کے دوران ہر وقت محسوس کیا ہے کہ استاد محترم کے خالص اسلامی افکار میرے لیے ہمیشہ مشعل راہ رہے، اور ان کی وجہ سے مغربی افکار ونظریات سے مرعوبیت کے بجائے ان پر ناقدانہ نظر ڈالنے میں مدد ملی ہے۔

امید ہے کہ ملک کے علمی وفکری حلقے اس پیشکش کا خیر مقدم کریں گے، یہ کتاب محض رسماً تالیف نہیں کی گئی ہے، بلکہ اس کے پیچھے ایک فکر اور ایک درد ہے، اس وجہ سے مخلصانہ وہمدردانہ درخواست ہے کہ مسلمانوں کے تعلیمی امور سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اور خاص طور سے مدارس کے علماء وذمہ داران اس کتاب کے مباحث پر غور کریں، اور صرف نصاب تعلیم نہیں بلکہ پورے نظام تعلیم وتربیت کی اصلاح کی سنجیدہ کوشش کی طرف پیش رفت کریں۔

☆☆☆☆☆

محاسن اسلام

تحفظ خواتین اور اسلام

مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی

تعصب بھی کیا چیز ہے آدمی کو اندھا کردیتا ہے، اور آدمی آنکھ رکھتے ہوئے اور آنکھ میں روشنی ہوتے ہوئے بھی نہیں دیکھ پاتا ہے، دیکھنے کا سیدھا اثر انسان کے دماغ پر پڑتا ہے، آنکھ دیکھتی ہے، دماغ فیصلہ لیتا ہے، نتیجہ نکالتا ہے، راہ متعین کرتا ہے، وجہ جاننے کی کوشش کرتا ہے، سبب تک پہنچ کر مناسب رائے دیتا ہے، تب جاکر زبان صحیح بات کہتی اور مفید مشورہ دے پاتی ہے۔

چند ماہ پہلے دہلی میں ایک واقعہ پیش آیا، کچھ انسان نما حیوانوں نے اپنی حیوانیت کا ایک مظاہرہ کیا، معاملہ دہلی کا تھا، ہندوستان کی ناک کا تھا، پورا ہندوستان چیخ پڑا، دہشت گردانہ حملوں کو مستثنیٰ کرکے اگر کسی واقعہ پر میڈیا کو اتنا جوش آیا تو وہ دہلی کا یہ واقعہ تھا، میڈیا کے ہنگامہ کا اثر یہ پڑا کہ ملک کے بھاری بھرکم لیڈروں کو بھی کچھ نہ کچھ کہنے کے لیے میدان میں آنا پڑا، پھر بیت بازی کا ایک سلسلہ شروع ہوا، یادداشت سب کی غضب کی تھی، سلسلہ لمبا چلا، یادداشت نے اگر کہیں دھوکہ بھی دیا تو فی البدیہہ شعر کہہ کر لوگوں نے بازی جیتنے کی کوشش کی، مقابلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ سنگاپور کے ایک ہسپتال میں درندوں کی شکار اس لڑکی نے دم توڑ دیا، لاش ہندوستان لائی گئی اور ہندوانہ رسم ورواج کے مطابق جلانے کی رسم انجام دی گئی، رسم کی ادائیگی سے جب لوگ فارغ ہوئے تو بیت بازی کی دوسری نشست کا آغاز ہوا، حسن اتفاق اس نشست میں میں بھی موجود تھا، لاکھ کوشش کی، لیکن کوئی شعر سمجھ نہ آیا، اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ بھلا ہو صدر محترم پرنب مکھرجی کی صاحبزادی کا، کہ ان کی زبان پر ایک شعر ایسا آیا جو دل کو چھو گیا، اس شعر میں انہوں نے دبے لفظوں میں فیشن، لباس اور عریانیت پر تنقید کی تھی، تنقید کا رنگ کچھ اسلامی تھا، بس کیا تھا، ایک بھونچال آگیا، اس بیان کو صنف نازک پر ایک حملہ قرار دیا گیا، آزادئ نسواں کے عنوان سے کام کرنے والی تنظیموں نے اس بیان کے خلاف سخت احتجاج کیا، بات اتنی بڑھی کہ موصوفہ کو یہ کہہ کر اپنا پیچھا چھڑانا پڑا کہ میرا مطلب یہ نہ تھا، میرا مطلب وہ نہ تھا۔

کچھ ہی دن پہلے ایک بیان اور نظر سے گزرا، بیان کسی معمولی آدمی کا نہیں، کسی جاہل کا نہیں، کسی دقیانوسی کا نہیں، کسی مولوی اور مفتی کا نہیں، بیان ایک مرکزی وزیر کا ہے، دیہی ترقیاتی وزیر جے رام رمیش جی کا، دہلی کے واقعہ کے بعد خواتین کی حفاظت کے حوالہ سے چل رہے مباحثہ کے درمیان رمیش جی نے اپنے روشن خیالات کا اظہار کچھ اس طرح کیا۔

"دیہی علاقوں میں اگر ہر گھر میں بیت الخلا ہو، تو آبروریزی کے واقعات میں کمی آسکتی ہے، خواتین کے تحفظ کے پیش نظر انہیں بیت الخلا مہیا کرانا ضروری ہے، اس سے خواتین میں عزت نفس، خود مختاری اور سلامتی کا احساس پیدا ہوگا۔"

وزیر محترم نے بیت الخلا کی کمی اور کھیتوں میں قضائے حاجت کے لیے جانے کو آبروریزی جیسے واقعات کا ایک بڑا سبب قرار دیا، جس واقعہ کے تناظر میں ان کا یہ بیان جاری ہوا وہ واقعہ دہلی کا ہے، کسی دیہات کا نہیں، لڑکی ہاسٹل کی ہے کسی جھونپڑے کی نہیں، وہ فلم دیکھنے گئی تھی قضائے حاجت کے لئے نہیں، وہ کھیت نہیں تھا ایک سڑک تھی، گاڑیاں اس پر دوڑ رہی تھیں، تین تین پولیس کی گشتی گاڑیوں کو اس بس نے کراس کیا تھا، لڑکی تنہا نہ تھی اس کا بوائے فرینڈ اس کے ساتھ تھا، رات زیادہ ہوجانے کی وجہ سے دونوں کو مناسب سواری نہیں مل پارہی تھی، آخر کار وہ ایک پرائیوٹ بس ڈرائیور سے لفٹ مانگنے پر مجبور ہوئے، اور پھر جو ہونا تھا وہ ہوا۔

جے رام رمیش جی کے اس بیان کے نیچے ایک خبر اسی واقعہ سے ملتے جلتے واقعہ کی کچھ اس طرح چھپی ہے: "امریکہ کے ایک اسکول کی کلاس میں ۱۵ سالہ لڑکی کے ساتھ اجتماعی آبروریزی کی واردات سامنے آئی، ڈیلی میل نے نیویارک پوسٹ (New York Post) کے حوالہ سے کہا ہے کہ نیویارک کے المانٹ اسکول کی کلاس میں ایک لڑکی کو کئی لڑکوں نے اپنی ہوس کا نشانہ بنایا، میڈیا کی رپورٹ کے مطابق بھاگنے کی کوشش کرنے پر لڑکی کے سر پر وار کیا گیا ہے، لڑکی کی ماں کا کہنا ہے کہ "۱۴ لڑکوں کی اس کلاس میں اس کی لڑکی واحد طالبہ تھی"، کیا یہ لڑکی قضائے حاجت کے لئے گئی تھی؟ کیا یہ واقعہ کسی کھیت میں پیش آیا؟ کیا اس لڑکی کے گھر اور اسکول میں ٹوائیلٹ نہیں تھا؟

چھوڑیئے اس واقعہ کو بھی، کیا لینا ہم کو امریکہ اور امریکہ والوں سے، انہیں کا تو سب کیا دھرا ہے، انہیں کی نقالی نے آج ہمیں یہ دن دکھا دیا ہے، بات کیجئے ہندوستان کی، اپنے ملک اور اس ملک میں رہنے والی قوم کی، آپ ایک مہینہ کے یعنی صرف ۳۰ دن کے اخبارات اٹھالیجئے، اور اس طرح کے بیشمار واقعات کی خبروں کو حقیقت پسندی کے ساتھ ایک ایک کرکے پڑھتے جایئے، آپ خود ہی ان واقعات کی وجوہات تلاش کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ اور پورے یقین کے ساتھ یہ بات کہیں گے، کہ ان واقعات کی وجہ بیت الخلاء کی کمی نہیں، کھیتوں میں قضائے حاجت نہیں، پولیس کی کوتاہی نہیں، انسانوں کی حیوانیت نہیں۔

اور نہ عورتوں کے تحفظ کے لئے ضرورت ہے ان کے ہاتھ میں ریوالور دینے کی، لائسنس کی سہولت دینے کی، سیکورٹی فراہم کرنے کی، سخت قانون بنانے کی، خصوصی اختیارات دینے کی، عدالت کی کارروائی میں تیزی لانے کی، مقدمہ کا جلد سے جلد فیصلہ کرانے کی، شکایت پر مرد کے خلاف فوری کارروائی کرنے کی، مردوں کو حد میں رکھنے کے لئے ان پر کچھ پابندیاں عائد کرنے کی، اور ان کو ایسا چشمہ فراہم کرنے کی، جس کو لگا کر ان کو عورت اپنے پرکشش نسوانی روپ میں نظر آنے کے بجائے ان کو ایک سیاہ ہیولہ دکھائی دے، جوان کے لیے کسی بھی طرح کی کشش کا باعث نہ بنے، بلکہ ضرورت ہے قرآن کریم کی ان آیات کو پڑھنے کی، اور ان کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی، دیکھئے خدا کی کتاب عورت کے تحفظ کے لئے ہمیں کیا ہدایات دیتی ہے۔

قرآن کریم کی ایک سورت کا نام ''النور'' ہے، اس سورت میں معاشرہ میں پھیلی بے حیائی اور فحاشی کو روکنے اور عفت وعصمت کی حفاظت کے لئے اہم ترین ہدایات دی گئی ہیں، اور معاشرہ میں عریانی اور فحاشی پھیلانے والوں کو سخت عذاب کی وعیدیں سنائی گئیں ہیں، اور عفت وعصمت کی حفاظت کے پہلے قدم کے طور پر خواتین کو پردہ کے احکامات بھی اسی سورت میں دیئے گئے ہیں۔

سورت شروع ہوتے ہی دوسری آیت میں اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرنے والے مرد و عورت دونوں کے لئے یہ سزا تجویز کی گئی ہے، ''زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو سو کوڑے لگاؤ، اور اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے دین کے معاملہ میں ان پر ترس کھانے کا کوئی جذبہ تم پر غالب نہ آئے، اور یہ بھی چاہئے کہ مومنوں کا ایک مجمع ان کی سزا کو کھلی آنکھوں سے دیکھے''۔ [سورۂ نور آیت نمبر/۲]

سورۂ نور آیت نمبر چار میں پاکدامن خواتین پر اس قسم کا غلط الزام لگانے والوں کی سزا بھی بیان کردی گئی ہے۔

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں تو ان کو اسی کوڑے لگاؤ، اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو، اور وہ خود فاسق ہیں، شریعت نے جس طرح زنا کو ایک گھناؤنا جرم قرار دیتے ہوئے اس کی سخت ترین سزا مقرر کی ہے، اسی طرح کسی بے گناہ پر جھوٹی تہمت لگانے کو بھی شریعت نے سنگین جرم گردانتے ہوئے اسی کوڑوں کی سزا رکھی ہے۔ [سورۂ نور، آیت/۴]

آیت نمبر ۳۰ میں عورتوں کو حکم دیئے جانے سے پہلے مردوں کو حکم دیا جارہا ہے نگاہیں نیچی رکھنے کا، کیوں کے یہی نگاہ اکثر سبب بنتی ہے اس طرح کے واقعات رونما ہونے کا۔

ارشاد ہے: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مومن مردوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لئے پاکیزہ ترین طریقہ ہے۔ [سورہ نور/۳۰]

اب آیت نمبر ۳۱ میں عورتوں کو کچھ ہدایات دی جارہی ہیں، اور یہی وہ ہدایات ہیں جو ان کے تحفظ کی ضامن ہوسکتی ہیں، اور ان کو ان خطرات سے بچاسکتی ہیں، جن خطرات سے وہ اس زمانہ میں قدم قدم پر دوچار ہیں۔

حکم ہوتا ہے: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنی سجاوٹ کو کسی پر ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ کے یا اپنے شوہروں کے باپ کے، یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے، یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے، یا اپنی بہنوں کے بیٹوں سے، یا اپنی عورتوں کے، یا ان کے جو ان کے ہاتھوں کی ملکیت میں ہیں (باندیاں)۔ [سورۂ نور/۳۰]

یا ان خادموں اور نوکروں کے جو اتنے بوڑھے ہوچکے ہوں، کہ اب ان کے دل میں عورتوں کی طرف کوئی میلان نہیں، یا ان نابالغ بچوں کے جن کو ابھی مرد وعورت کے باہمی تعلقات کا کچھ پتہ ہی نہ ہو۔ [سورۂ نور/۳۱]

اور مسلمان عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ انہوں نے جو زینت چھپا رکھی ہے وہ معلوم ہوجائے، یعنی اگر پاؤں

میں پازیب پہن رکھی ہو تو اس طرح نہ چلیں کہ پازیب کی آواز سنائی دے، یا زیوروں کے ایک دوسرے سے ٹکرانے کی آواز یا چوڑیوں کی کھنک مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرے۔ [سورۂ نور/۳۱]

یہ ہے حل اس مسئلہ کا، جس نے اس وقت پورے ملک کی نیند اڑا رکھی ہے، لیکن یہ حل اس لیے قبول نہیں کہ یہ اسلامی ہے، عورتوں کی آزادی کے منافی ہے، چنانچہ اس طرح کے واقعات کے سدباب کے لیے بجائے اس حل کو اپنانے کے قانون بنائے جانے کی بات کہی جارہی ہے، لیکن قانون بنانے کی بات کرنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ ہمارا ہی بنایا ہوا قانون ہے، جو اس طرح کے مجرموں کی حفاظت کرتا ہے، وکیلوں کو ان کے دفاع کا موقع دیتا ہے، اور ججوں کو ان کے حق میں فیصلہ کرنے کی چھوٹ دیتا ہے۔

کچھ دن پہلے اخبار میں اس ستم زدہ لڑکی کی ماں کا ایک بیان شائع ہوا کہ جس میں اس نے اپنے اس دکھ کا اظہار کیا ہے کہ وہ مجرم جس نے اس کی بیٹی پر سب سے زیادہ ستم ڈھائے اور جس نے سب سے زیادہ اس کو سفاکی کا نشانہ بنایا، وہ خود کو نابالغ بتا کر قانون سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آسانی سے اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوجائے گا، اس واقعہ کا سب سے بڑا ملزم اپنے نابالغ ہونے کی آڑ لے کر صرف تین سال میں رہا ہوجائے گا، اور جیل کے بجائے اس کو ناری سدھار گھر میں عیش وعشرت کی زندگی گذارنے کا موقع مل جائے گا، کیوں کہ اس کی عمر اسکول کے کاغذات کے حساب سے ۱۶ رسال ہے۔

اب آپ قانون بنایئے اور ہزار بار بنایئے، لیکن ذرا سوچئے کہ کیا آپ کے بنائے ہوئے قوانین جرائم پر قابو پانے میں کوئی مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں، قانون بنتا ہے اور ٹوٹتا ہے، جج فیصلہ کرتا ہے اور غلط کرتا ہے، گواہ گواہی دیتا ہے اور جھوٹی دیتا ہے موقع پر آدمی موجود ہوتا ہے لیکن ملزم کی نشاندہی سے اپنا دامن بچاجاتا ہے، کیا اس صورت میں انصاف کی امید کی جاسکتی ہے؟ ملزم کی گرفتاری عمل میں آسکتی ہے؟ جرائم پر روک لگ سکتی ہے؟ بے قصور کو بے قصور ہونے کا سرٹیفکٹ مل سکتا ہے؟ عدالتوں سے انصاف کی توقع کی جاسکتی ہے؟

یہ سب ممکن ہے اس وقت جب عدالتی نظام کی خامیوں کو دور کرلیا جائے اور عدالتی نظام کی خرابیوں کو اسی وقت دور کیا جاسکتا ہے جب اپنے اس عدالتی نظام کو اسلام کے عدالتی نظام کے تابع بنایا جائے۔

دیکھئے اس سلسلہ میں اسلام ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے، اور عدالتی نظام کو مفید اور مؤثر بنانے کے لیے ہمیں کیا ہدایات دیتا ہے، ذیل میں سورہ نساء کی آیتوں کا ترجمہ ہے، انہیں غور سے پڑھئے:

'انصاف پر قائم رہو، اللہ کے لیے گواہی دو، خواہ وہ گواہی تمہارے یا تمہارے والدین اور عزیزوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، (جس کے بارے میں گواہی دے رہے) وہ امیر ہو یا غریب، یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے لہذا ایسی نفسانی خواہش کے پیچھے نا چلنا جو تمہیں انصاف کرنے سے روکتی ہو، اور اگر توڑ مڑور کروگے (یعنی غلط گواہی دوگے) یا سچی گواہی دینے سے پہلو بچاؤگے تو (یاد رکھنا کہ) اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے''۔ [سورۂ نساء/۱۳۵]

''اللہ کے حکم کو پورا کرنے والے بنو، اور عدل کے ساتھ گواہی دینے والے بنو، کسی جماعت کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس کے ساتھ ناانصافی کرو، انصاف کرتے رہو، انصاف تقویٰ سے بہت قریب ہے'' [سورۂ مائدہ/۸]

''اور جب گواہ کو گواہی کے لیے بلایا جائے تو گواہ کو چاہیے کہ انکار نہ کرے''۔ [سورۂ بقرہ/۲۸۲]

''اور نہ لکھنے والے کو کوئی نقصان پہونچایا جائے اور نہ گواہ کو''۔ [سورۂ بقرہ/۲۸۲]

''اور گواہی کو مت چھپاؤ اور جو کوئی چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا''۔ [سورۂ بقرہ/۲۸۲]

کسی بھی صالح اور صحت مند معاشرہ کا وجود اس وقت تک ممکن نہیں جب تک عدل وانصاف کا قیام عمل میں نہ آئے، عدل وانصاف کا قیام اس وقت تک ممکن نہیں جب تک قرآن کریم کی بیان کردہ ان ہدایات کو نہ اپنایا جائے، اور ان تعلیمات وہدایات کو اپنانا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک دلوں میں خدا کا خوف نہ پیدا ہو، یہی وہ ڈر ہے جو ہر جگہ اپنا کام کرتا اور ہر جگہ اپنا اثر دکھاتا ہے، اجالا ہو یا اندھیرا، بھیڑ ہو یا سناٹا، گھر ہو یا بازار ہر جگہ یہی ڈر کام کرتا ہے، یہی آپ کی آنکھوں کو نیچی رکھے گا، زبان کو قابو میں رکھے گا، خیالات کو پاکیزہ رکھے گا، دل کو بے راہ روی سے محفوظ رکھے گا، جہاں یہ ڈر اور خوف نہیں وہاں کچھ بعید نہیں، لاکھ قانون بنایئے، اور لاکھ عدالت لگالیجیے۔

☆☆☆☆☆

فقہ و فتاویٰ

سوال و جواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: آجکل عورتوں میں یہ فیشن عام ہوگیا ہے کہ اپنے بال کے ساتھ دوسروں کے بال یا مصنوعی بال لگا کر خواتین جوڑے تیار کرتی ہیں تاکہ ان کے بال بڑے اور خوبصورت نظر آئیں، کیا شرع اسلامی میں اس کی اجازت ہے؟

جواب: اسلامی شریعت میں زیب وزینت کے کچھ اصول اور حدود ہیں، ان کے دائرہ میں رہ کر زینت اختیار کرنے کی اجازت ہے، دائرہ سے باہر اجازت نہیں ہے، زینت کے لیے جن چیزوں کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے، ان میں دوسری عورتوں کے بال جوڑنے سے منع فرمایا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بال لگانے والی اور اپنے بال کے ساتھ بال لگوانے والی دونوں خواتین پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجی ہے: "لعن اللّٰہ الواصلة والموصلة" [مسلم، حدیث نمبر ۵۵۶۵] یہ اور اس قسم کی روایتوں کے پیش نظر فقہاء کا فیصلہ ہے کہ ایک انسان کا اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے انسان کا بال جوڑنا حرام ہے، البتہ کسی اور جانور کا بال اپنے جوڑے میں رکھنا یا مصنوعی نائیلون وغیرہ کے بال جوڑے میں لگانا اور خواتین کا اپنے بالوں کے ساتھ جوڑ دینا جائز ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں صراحت ہے: "ولا بأس للمرأة أن تجعل فی قرونها وذوائبها شيئاً من الوبر" (عورتوں کے لیے اپنے بالوں اور جوڑوں میں جانوروں کے بالوں کا کچھ حصہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے)۔

سوال: عورتوں کے لیے پاؤں میں مہندی لگانا کیسا ہے، عورتیں بطور زینت اسے استعمال کرتی ہیں، کیا اچھا ہے؟

جواب: عورتوں کے لیے بطور زینت پاؤں میں مہندی لگانے کی اجازت ہے، اگر دوا علاج کی ضرورت ہو تو مردوں کے لیے بھی اس کی اجازت ہے۔ [فتاویٰ ہندیہ: ۵/۳۵۹]

سوال: خواتین کان یا ناک چھدوا سکتی ہیں، کیا اسلام میں ناک اور کان میں زیور پہننا جائز ہے؟

جواب: عورتوں کے لیے ناک کان چھدوانا اور ان میں زیورات پہننا جائز ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ عید کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو صدقہ کرنے کی تلقین فرمائی چنانچہ عورتوں نے اپنے کان اور گلے کے زیورات صدقہ کیے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس روایت کے ضمن میں فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے کان چھدوانا جائز ہے تاکہ اس میں بالی وغیرہ استعمال کی جائے۔ [فتح الباری: ۱۰، حدیث نمبر ۳۳۴]

سوال: شوہر کی طرف سے جو زیورات بیوی کو دیے جاتے ہیں اور بیویاں ان کو استعمال کرتی ہیں، سوال یہ ہے کہ ان کی زکوٰۃ شوہر پر ہے یا بیوی پر؟

جواب: شوہر نے زیورات اگر بیوی کی ملکیت میں دیدیا ہے اور بیوی ہی ان زیورات کی مالک ہے، تو زکوٰۃ بیوی پر واجب ہے نہ کہ شوہر پر، ہاں! اگر شوہر نے بیوی کو زیورات محض استعمال کے لیے دیا ہے، بیوی کی ملک میں نہیں دیا ہے تو اس صورت میں شوہر پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ [ھدایہ: ۱/۱۶۵]

سوال: عورتوں کے پاس استعمال کے لیے زیورات ہوتے ہیں، عموماً عورتیں ہی مالک ہوتی ہیں لیکن بعض عورتوں کے پاس زیورات کے علاوہ مال نہیں ہوتا ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرسکیں، ایسی صورت میں اگر شوہر اپنی طرف سے بیوی کے زیورات کی زکوٰۃ ادا کردے تو زکوٰۃ کی ادائیگی ہوجائے گی یا نہیں؟

جواب: شوہر اگر بیوی کے زیورات کی زکوٰۃ اپنے مال سے ادا کردے تو زکوٰۃ کی ادائیگی ہوجائے گی اور شوہر کو بھی اس کا ثواب ملے گا۔ [فتاویٰ تاتارخانیہ: ۲/۲۸۴]

سوال: ہمارے ملک ہندوستان میں جہیز کا رواج ہے، بعض بچیوں کے والدین شادی سے قبل بچیوں کے جہیز کا سامان جمع کرتے رہتے ہیں، ان سامانوں میں سونے چاندی کے علاوہ فرنیچر وغیرہ بھی ہوتے ہیں، کیا ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی؟ اگر ہوگی تو والدین پر یا جس بچی کے لیے یہ جمع کیے گئے ہیں اس پر؟

جواب: سونے یا چاندی یا نقدی رقم اگر شادی کے نام پر جمع کی جائے اور وہ بقدر نصاب ہو تو والدین پر زکوٰۃ واجب ہوگی، البتہ اگر والدین نے اپنی بچیوں کو سونے چاندی یا نقد رقم کا مالک بنادیا اور بچیاں نابالغ ہیں یا وہ بالغ تو ہیں لیکن مال بقدر نصاب نہ ہو تو بچیوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، رہا وہ سامان جو گھر میں استعمال کے ہوتے ہیں، جیسے فرنیچر، فریج وغیرہ تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے نہ والدین پر اور نہ بچیوں پر۔ [ردالمحتار: ۳/۱۸۲]

☆☆☆☆☆

صلاح وفلاح

میزان کا بھاری ہونا کامیابی ہے

تحریر: ایمان مغازی الشرقاوی

میزان یا ترازو سے ہم سب آشنا ہیں، ہر روز اس کا استعمال دیکھنے میں آتا ہے، مگر اسلام نے میزان کو ایک نیا مفہوم دیا ہے جو اس کے عقیدہ و ایمان اور تصور آخرت کے حوالے سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔

میزان کا لفظ قرآن اور حدیث میں کئی بار استعمال ہوا ہے جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ہلاکت سے دوچار کیا جو ناپ تول میں کمی کرتی تھی اور اس میں ڈنڈی مارتی تھی، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایک پوری سورہ المطففین کے نام سے نازل فرمائی (جس کے معنی ہیں: کمی کرنے والے) اور اس سورہ کا آغاز ان کمی کرنے والوں کے لیے تباہی اور ہلاکت کے بیان کے ساتھ کیا۔ (۸۳/۱)

اسی وجہ سے لفظ میزان میں انصاف کرنے والوں کے لیے یہ خوش خبری ہے کہ ان کے ساتھ عدل کیا جائے گا اور وہ آخرت میں آرام وراحت کے ساتھ ہوں گے اور ظالموں کے لیے یہ وعید ہے کہ وہ آخرت میں ہلاک اور تباہ وبرباد ہوں گے۔

اس لفظ پر آدمی کو خوب غور وفکر کرنا چاہیے اور اس پر غافلوں کی طرح خاموشی سے نہیں گزرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے قسط کا حکم دیا، ارشاد ہے:

﴿وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ﴾ [الرحمٰن: ۵۵/۹] (انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو)۔

جب ہم میزان پر غور وفکر کرتے ہیں تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد آتا ہے:

"انه ليأتی الرجل العظيم والسمين يوم القيامة لايزن عنداللّٰه جناح بعوضة" [بخاری] (قیامت کے دن ایک بڑا موٹا آدمی آئے گا؛ لیکن اللہ کے ہاں اس کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا"۔

پھر آپ نے فرمایا: اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو: ﴿فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾ [الکہف: ۱۸/۱۰۵] (قیامت کے روز ہم انھیں کوئی وزن نہ دیں گے)۔

قیامت کے دن آدمی کے اعمال تولے جائیں گے، اس دن خوش قسمت وہ ہوگا جس کی میزان حسنات سے بھاری ہوجائے؛ لیکن یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دنیا وآخرت کی میزان ایک جیسی ہوگی؟ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو مال ودولت، جاہ وجلال اور شان وشوکت کے پیمانوں سے ناپتے ہیں؛ لیکن آخرت کی میزان اس سے مختلف ہوگی، اس کی وضاحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر یوں فرمائی ہے کہ لوگ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی پتلی پتلی ٹانگیں دیکھ کر ہنس رہے تھے، آپ نے فرمایا:

"والذی نفسی بيده لهما أثقل فی الميزان من جبل أحد" (اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ دونوں قیامت کے دن میزان میں احد کے پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری ہوں گی)۔ گویا میزان اعمال کے بھی اسی طرح دو پلڑے ہوں گے جس طرح رائج الوقت ترازو کے ہوتے ہیں جسے محسوس بھی کیا جاسکتا ہے اور اس کا مشاہدہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

اس میزان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ﴾ [المومنون: ۲۳/۱۰۲، ۱۰۳]

(اس وقت جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پائیں گے اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے جنھوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈال لیا، وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے)۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں: علمائے کرام کا کہنا ہے کہ روز قیامت جب حساب کتاب ختم ہوجائے گا تو اس کے بعد اعمال کا وزن ہوگا، کیونکہ وزن بدلہ دینے کے لیے ہوتا ہے، اس لیے مناسب یہی تھا کہ وزن حساب کتاب کے بعد ہو، حساب کتاب اعمال کا کھرا کھوٹا جاننے کے لیے ہوتا ہے اور ناپنا اس لیے ہوتا ہے کہ اس کے مطابق بدلہ دیا جائے۔

جس کی میزان بھاری ہوجائے خواہ ایک ہی نیکی کے ساتھ کیوں نہ ہو تو وہ کامیاب وکامران ٹھہرا اور جس کی میزان ہلکی نکلی تو وہ خائب وخاسر ہوا، خواہ اس کا صرف ایک گناہ زیادہ ہو اور جن کے گناہ اور نیکیاں برابر برابر نکلیں وہ اعراف والے ہوں گے، وہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک پہاڑ پر قیام کریں گے اور پھر اللہ ان کو اپنی رحمت سے نوازے گا۔

میزان کس چیز سے بھاری ہوتی ہے؟

میزان ان اعمال سے بھاری ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہوں، ان میں سب سے پہلا عمل "لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" کی گواہی اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز بھی زیادہ بھاری نہیں ہے۔ (ترمذی)

☆حمد

پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے اور الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے۔ (مسلم)

☆تسبیح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بڑے آسان، میزان میں بہت بھاری اور رحمٰن کو بہت زیادہ محبوب ہیں اور وہ ہیں: "سبحان اللّٰہ و بحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم"۔ [بخاری]

☆بچے کی وفات پر صبر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا کہ اس کی میزان ہلکی ہوگئی تھی، پھر اس کے وہ بچے آئے جو بچپن میں وفات پاگئے تھے، اس سے اس کی میزان بھاری ہوگئی۔ [حافظ ہیثمی]

☆اچھے اخلاق

قیامت کے دن بندۂ مومن کی میزان میں اچھے اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی۔ [ترمذی]

☆والدین کے ساتھ حسن سلوک

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا﴾ [لقمان: ۱۵/۳۱] (اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ)۔

☆بچوں میں عدل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ سے ڈرو اور بچوں کے درمیان عدل قائم کرو۔ [بخاری، مسلم]

☆بیویوں میں عدل

ارشاد نبوی ہے کہ: جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف جھک گیا تو وہ روز قیامت اس طرح آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔ [ابوداؤد]

☆لوگوں کے درمیان عدل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ﴾ [النحل: ۸۹/۱۶] (اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے)۔

☆دشمن سے انصاف

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ [المائدہ: ۸/۵] (کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ)۔

☆وارثوں کے ساتھ عدل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے بالشت برابر زمین میں کسی پر ظلم کیا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سات زمینوں کا طوق اس کے گلے میں لٹکادے گا۔ [بخاری، مسلم]

☆کمزوروں کے ساتھ عدل

فرمان نبوی ہے کہ: اپنی اضافی قوت کے ساتھ کمزور کی مدد کرنا تیرے لئے صدقہ ہے۔ [مسند احمد]

☆یتیموں کے ساتھ انصاف

قرآن متنبہ کرتا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا﴾ ۔ [النساء: ۱۰/۴] (جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کے مال کھاتے ہیں در حقیقت وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں اور وہ ضرور جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے)۔

☆خرید وفروخت میں انصاف

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: ﴿فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ﴾ [اعراف: ۸۵/۷] (وزن اور پیمانے پورے کرو، لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو)۔

☆وصیت میں عدل

نبی کریم کے ایک فرمان کے مطابق کہ ایک مرد اور (بعض اوقات) ایک عورت ۶۰ سال تک اطاعت الٰہی پر عمل کرتے رہیں، پھر جب انھیں موت آجائے اور وہ وصیت میں کسی رشتہ دار کو نقصان پہنچائیں، تو ان کے لئے جہنم واجب ہوجاتی ہے۔ [ترمذی]

☆حیوانوں کے ساتھ عدل

ایک عورت اس وجہ سے آگ میں ڈال دی گئی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ رکھا تھا، وہ نہ تو اسے کھانے دیتی تھی اور نہ اسے آزاد ہی کرتی تھی کہ وہ زمین میں اپنا رزق تلاش کرکے کھاتی۔ [بخاری، مسلم]

آیئے! ہم توبہ اور خود احتسابی کی طرف متوجہ ہوں جس طرح حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ:

"حاسبوا قبل أن تحاسبوا وزنوا أعمالکم قبل أن توزنوا، تهيئوا للعرض الأكبر" (اپنا احتساب کرو قبل اس کے کہ تمہارا احتساب کیا جائے، اپنے اعمال کا وزن کرو قبل اس کے کہ تمہارے اعمال کا وزن کیا جائے اور بڑی پیشی (یعنی قیامت کے دن) کے لیے تیاری کرو)۔

(ترجمہ: گل زادہ شیرپاؤ)

☆☆☆☆☆

یاد رفتگاں

مولانا محمد اجتباء الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

محمود حسن حسنی ندوی

ادھر جو اہم علمی، دینی وادبی شخصیتیں ہم سے جدا ہوئیں، ان میں ایک اہم نام مولانا اجتباء الحسن کاندھلویؒ کا بھی ہے، جو مالیر کوٹلہ پنجاب میں جہاں وہ اپنے صاحبزادے مفتی محمد ارتقاء الحسن رقی کاندھلوی کے پاس ادھر ایک سال سے زائد عرصہ سے مقیم اور زیر علاج تھے، اور ان کے گردے بڑے متاثر ہوگئے تھے، جس کی وجہ سے ڈائلیسز کی ضرورت پڑی اور یہ ضرورت روز افزوں بڑھتی گئی، اور اس کا وقفہ کم ہوتا گیا، یہاں تک کہ ڈائلسیز کے دوران ہی انہوں نے جمعرات ۲۰ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ/ ۲ر مئی ۲۰۱۳ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، للّٰہ ما أخذ وله ما أعطىٰ وكل شيء عنده بأجل مسمى۔

مولانا مرحوم ایک بڑے معروف دینی وعلمی خانوادے کے صاحب فضل وکمال فرزند تھے، ان کے والد مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ تبلیغی جماعت میں روز اول سے اس کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے معاون ورفیق رہے۔

مولانا احتشام الحسن کاندھلوی کے کئی بھائی اور کئی بہنیں تھیں، بڑی دو بہنیں حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کو منسوب ہیں، اور بھائیوں میں مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ جن کو اخیر میں تبلیغی مرکز نظام الدین کے سرپرست اور منتظم اعلیٰ کی حیثیت حاصل ہوئی تھی اور مولانا محمد افتخار الحسن کاندھلوی جو اب اس پورے خاندان علم وفضل کے سرپرست اور بقیۃ السلف ہیں، آبائی شہرت کے حامل ہوئے۔

مولانا اجتباء الحسن کاندھلوی مرحوم ۸ر رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ/ ۱۷ر اگست ۱۹۴۲ء میں کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے، خاندانی مزاج اور ماحول کے مطابق سب سے پہلے والد ماجد نے حفظ کی تعلیم میں لگایا، اور قرآن مجید کا کچھ حصہ جامع مسجد کاندھلہ میں واقع مدرسہ نصرت الاسلام میں اور کچھ حصہ مدرسہ کاشف العلوم بنگلہ والی مسجد مرکز نظام الدین نئی دہلی میں حفظ کیا، حفظ قرآن کریم کے ساتھ ہی اردو کی تعلیم اور پھر تکمیل حفظ کے بعد فارسی کا آغاز بھی مدرسہ کاشف العلوم میں ہی ہوگیا تھا، پھر آگے کی تعلیم اپنے وطن کاندھلہ میں رہ کر جاری رکھی جہاں مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ کا اپنے اعذار وامراض کی وجہ سے مستقل قیام رہنے لگا تھا، چنانچہ خود والد مرحوم سے اور بھائیوں مولانا اظہار الحسن کاندھلویؒ و مولانا محمد افتخار الحسن کاندھلوی سے کتابیں پڑھیں اور اسی زمانہ قیام میں جب مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا کاندھلہ کا سفر ہوتا اور قیام بھی فرماتے تو مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ کی خواہش پر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے بھی علمی وادبی استفادہ کرتے اور باقاعدہ رباعیات عمر خیام کے کچھ اسباق بھی پڑھے، اس کے علاوہ کاندھلہ کے قیام میں ہی اپنے چچازاد بھائی اور بہنوئی جناب اعجاز الحسن کاندھلوی مرحوم سے فارسی اور انگریزی سیکھی۔

جہاں تک جامعہ مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کرنے کا تعلق ہے کہ آپ نے اسی اسلامی درس گاہ سے سند فضیلت حاصل کی، خود وہ اس کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں:

میری تعلیم کا سلسلہ کاندھلہ میں جاری تھا، لیکن اس وقت میری عمر اتنی کم تھی کہ سال کے آخر میں مولانا اسعد اللہ مرحوم (ناظم مظاہر علوم، سہارن پور)، مولانا مفتی مظفر حسینؒ اور تائے ابا مولانا اکرام الحسنؒ (والد ماجد حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ) اسکیم کے تحت کاندھلہ تشریف لاتے تھے، اور مدرسہ نصرت الاسلام میں سالانہ امتحانات بھی لیتے تھے، اس سال بھی یہ حضرات تشریف لائے اور میرے بارے میں مشورہ ہوا اور سہارن پور میں داخلہ طے ہوگیا، والد صاحب نے ناظم صاحب سے میرے ماہانہ جیب خرچ کے بارے میں مشورہ کیا کہ کتنے روپے کافی ہوں گے، ناظم صاحب نے ۳ر روپے ارشاد فرمائے، جس پر مولانا اکرام الحسنؒ نے جرح کی، اور ماہانہ ۵ روپے طے کروادیا (جزاهم اللہ خیر الجزاء)، دو سال کی کل رقم والد صاحب نے حضرت شیخ کو یک مشت ارسال فرمادی تھی، اور میں جب ضرورت پڑتی، ان سے لیا کرتا تھا، فراغت کے بعد جب واپسی ہوئی تو اس وقت جب میرا حساب دیکھا گیا تو غالباً ۶۰ر روپے باقی تھے، جو حضرت نے مجھے عنایت فرمائے، اس طرح آئندہ سال مظاہر علوم میں موقوف علیہ میں داخلہ کے لیے والد صاحب کے ساتھ گیا، حضرت شیخ نے صبح کے ناشتہ کے بعد مولانا عبد المالک کے سپرد کیا کہ داخلہ کی کارروائی پوری کروالیں، قیام مولانا عبد العزیزؒ (رائے پوری) سابق ناظم مظاہر علوم کے ساتھ ان کے حجرے میں طے پایا، مظاہر علوم سے میری فراغت

۱۳۸۰ھ میں ہوئی اور سیکنڈ ڈویژن کے ساتھ میں سالانہ امتحان میں کامیاب ہوا۔

میرے دورۂ حدیث کے ساتھیوں میں مولانا محمد یونس مظاہری (شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور) مولانا محمد عاقل قابل ذکر ہیں، نیز قیام مظاہر علوم میں مولانا احسان الحق لاہوری (تبلیغی مرکز رائے ونڈ پاکستان) اور مولانا تقی الدین ندوی کی بھی مصاحبت اور بعض اسباق میں رفاقت رہی، اور اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی توفیق سے میری بیعت واصلاح کا تعلق مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے قائم ہوا۔

دورۂ حدیث میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے بخاری شریف، مولانا اسعد اللہ ناظم مظاہر علوم سے ابوداؤد شریف اور طحاوی شریف، مولانا امیر احمد کاندھلویؒ (صدر مدرس مظاہر علوم) سے ترمذی شریف، مولانا منظور احمد سے مسلم شریف پڑھی۔ [علمائے مظاہر علوم اوران کی علمی و تصنیفی خدمات: ۲/۲۱۲]

مولانا اجتباء الحسن کاندھلوی مرحوم کو اس کا ہمیشہ افسوس رہا کہ وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء تعلیم حاصل کرنے نہ آسکے، لیکن بعد میں ان کا ملال اس وقت خوشی میں تبدیل ہوگیا کہ ان کے فرزند اکبر اصطفاء الحسن کاندھلوی نے کاشف العلوم بنگلہ والی مسجد نظام الدین مرکز نئی دہلی میں اپنے دادا مولانا اظہار الحسن کاندھلویؒ سے عربی زبان میں تربیت حاصل کرکے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لیا، اور امتیازی نمبرات سے عالمیت میں کامیابی حاصل کی اور اب وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ میں استاد ہیں۔

مولانا اجتباء الحسن کاندھلویؒ نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد کچھ عرصہ تدریس میں بھی گذارا، اور اس سلسلہ میں ان کی خدمات پہلے مدرسہ اشرف العلوم رشیدی، گنگوہ کو حاصل ہوئیں، جہاں ایک سال وہ رہے، شرح جامی، قدوری، گلستاں، بوستاں وغیرہ کتابیں پڑھائیں۔

پھر ایک عرصہ اپنے وطن کاندھلہ میں رہ کر والد ماجد مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ کی خدمت میں گذارا اور ان کی دینی، دعوتی، تبلیغی، تصنیفی اور اشاعتی کاموں میں معاون رہ کر ان کی بڑی توجہات حاصل کیں، اور خاصا کسب فیض کیا، غیر مسلموں خاص طور پر برادران وطن میں دعوتی تبلیغی کام کی ان کو جو فکر تھی، وہ اس کو مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی فکر قرار دیتے تھے اور یہ وہ درد وسوز تھا جو انہوں نے مولانا محمد الیاسؒ کے ساتھ تبلیغی تحریک میں روز اول سے ساتھ رہ کر محسوس کیا تھا، اور پھر اس درد وسوز کے وہ خود حامل بن گئے تھے، اس درد وسوز کو مولانا اجتباء الحسن کاندھلوی مرحوم نے اپنے والد سے سینہ بہ سینہ لیا تھا، ان کی اس کیفیت کا مشاہدہ راقم سطور نے اس وقت کیا جب راقم خال معظم مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ کے ساتھ ان کی خدمت میں کاندھلہ حاضر ہوا تھا، پھر مولانا اجتباء الحسن کاندھلویؒ اپنے اعزہ و اقارب سے ملنے پاکستان چلے گئے تھے اور اسی مدت میں ہندوستان و پاکستان کے تعلقات نا استوار ہوچکے تھے جس کی بنا پر واپسی تاخیر سے ہوئی، اسی دوران ان کے والد ماجد مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوئی اور پھر انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا، والد ماجد کی زندگی کے ان کے آخری ایام میں ساتھ نہ رہنے کا ان کو ہمیشہ قلق رہا، اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا احترام الحسن کاندھلوی کو خدمت اور تیمارداری کی خوب سعادت حاصل ہوئی۔

پاکستان سے واپس آنے کے بعد مولانا عبید اللہ بلیاویؒ کی بڑی صاحبزادی سے رشتہ طے پایا اور ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا، اور دوسری طرف ان کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ دینیات سے وابستہ ہونے کا موقع ملا، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کیمپس میں قیام کا یہ عرصہ ۲۷ سال پر محیط رہا جس میں انہوں نے امامت وخطابت کا فریضہ انجام دینے کے ساتھ اپنا مطالعاتی سفر بھی جاری رکھا اور وہاں کی انٹرنیشنل لائبریری مولانا ابوالکلام آزاد لائبریری سے علمی فائدہ اٹھایا، اور پھر ان کی کئی کتابیں سامنے آئیں۔

پسماندگان میں چار لڑکے اور چار لڑکیاں اور اہلیہ محترمہ ہیں۔

جہاں تک تصنیفات ورسائل کا تعلق ہے، ان میں:

۱-سب سے قابل ذکر کتاب "سانحۂ عظیم" ہے، جس کے پاکستان سے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں، ہندوستان سے خود انہوں نے شائع کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سانحۂ عظیم کو موضوع بناکر لکھی جانے والی یہ ایک انفرادی نوعیت کی حامل کتاب ہے۔

۲-"دعاؤں کا قیمتی مجموعہ" ان کی دوسری کتاب ہے جو انسانی زندگی کی ضروریات و حاجات کی مناسبت سے جمع کی گئیں دعاؤں کا ایک نادر مجموعہ ہے۔

۳-"مجموعة الأدعية المأثورة" عربی میں مسنون اور غیر مسنون دعاؤں کا مجموعہ ہے۔

۴-"آداب زندگی"، اس میں زندگی کے ہر شعبہ کے آداب، اخلاق وعادات واطوار سے متعلق مواد نونہالان ملت کی تربیت کے لیے جمع کیا ہے، تقریباً ڈھائی ہزار صفحات پر مشتمل یہ کتاب ہے۔

۵-"علامات قیامت"، یہ بھی مذکورہ موضوع پر احادیث کا ایک ضخیم مجموعہ ہے۔

۶-ترجمہ "الادب المفرد"، امام بخاریؒ کی "الادب المفرد" کا اردو ترجمہ جو محفوظ نہ رہ سکا۔

۷-"افسانہ نہیں حقیقت"، یہ اسرائیل کے عرب ممالک پر حملے کے موقع پر لکھا گیا رسالہ ہے جس کا بعد میں نام "موسیٰ علیہ السلام اور یہودی قوم کا کردار" تجویز کیا گیا۔

ان کے علاوہ عربی، اردو اور انگلش کورس بھی ترتیب دیے اور ان کا تجربہ انہوں نے اپنی اولاد پر خاص طور سے کیا جو بہت کامیاب ہوا، ضرورت ہے کہ اس کو سامنے لایا جائے۔

مولانا مرحوم بڑے ہی کم سخن واقع ہوئے تھے، اوقات کو کام میں لانے کی انہیں بڑی فکر رہتی، اس کے ساتھ ذکر وشغل اور تعلق مع اللہ کو مؤثر بنانے والے دیگر اعمال میں ان کی یکسوئی رہتی، اور زیادہ ملاقات وغیرہ پسند نہ کرتے، جن سے طبیعت مانوس ہوتی، ان سے ملاقات سے خوش بھی زیادہ ہوتے اور ان سے مراسلت بھی تفصیلی کرتے، آخر میں وہ مسلسل مریض رہنے لگے تھے، اور ان کا قیام کاندھلہ، لکھنؤ اور پھر اخیر میں مالیر کوٹلہ پنجاب میں زیادہ رہنے لگا تھا، جہاں سے ان کے سفر آخرت کا آغاز ہونا تھا، مالیر کوٹلہ پنجاب سے نعش ان کے وطن کاندھلہ لائی گئی جہاں ان کے عم معظم مولانا افتخار الحسن کاندھلوی مدظلہ نے ان کی نماز جنازہ اہل تعلق کے ایک بڑے مجمع کو پڑھائی اور وہ اپنے والد ماجد مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ کے بالکل پائینتی سپرد خاک کیے گئے

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ ترے گھر کی نگہبانی کرے

☆☆☆☆☆

اور وہ انگریز خاتون مسلمان ہوگئی......

ایک مسلمان طالب علم لندن میں تعلیم حاصل کررہا تھا، وہ جس مکان میں مقیم تھا اس میں ایک انگریز خاتون رہتی تھی اور وہاں مختلف ممالک کے طلبہ بھی مقیم تھے، یہ عورت ان سب طلبہ کے کپڑے دھونے کا بھی انتظام کرتی تھی، ایک مرتبہ اس خاتون نے مسلمان طالب علم سے کہا کہ: "کیا آپ کو میرے کپڑے دھونے پر بھروسہ نہیں ہوتا"؟ طالب علم نے جواب دیا: "کیوں نہیں"! مجھے بھروسہ ہے کہ آپ کپڑے ٹھیک دھوتی ہیں"۔ خاتون نے پوچھا: "پھر آپ اپنے کپڑے خود دھو کر میرے حوالے کرتے ہیں"۔

طالب علم نے کہا: "اگر مجھے کپڑے خود دھونے ہوتے تو میں آپ کے حوالے کیوں کرتا؟ واقعہ یہ ہے کہ میں اپنے کپڑے دھو کر آپ کو نہیں دیتا، ویسے ہی دے دیتا ہوں"۔ خاتون نے کہا: "پھر یہ کیا بات ہے کہ مجھے دوسرے لوگوں کے کپڑے میں طرح طرح کے دھبے اور بدبو محسوس ہوتی ہے؛ لیکن آپ کے کپڑوں پر کبھی ایسی کوئی چیز نہیں ملی"۔

طالب علم نے جواب دیا: "محترمہ! میں مسلمان ہوں، میرا دین مجھے پاکی اور نظافت کا حکم دیتا ہے، اگر میرے کپڑے پر پیشاب کا قطرہ بھی پھیل جائے تو ایسی حال میں اس وقت تک نماز نہیں پڑھتا جب تک اسے دھو نہ لوں، اس لیے میرے کپڑوں میں کوئی ناپاک چیز نہیں رہ سکتی اور جب کپڑے اتارتا ہوں تو وہ پاک صاف ہوتے ہیں"۔

انگریز خاتون بولی: "تمہارا اسلام اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کی بھی تعلیم دیتا ہے"؟

طالب علم نے کہا: "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد رکھیں، چنانچہ جب میں بیت الخلاء جاتا ہوں تو پہلے ایک دعا پڑھتا ہوں، نکلتا ہوں تو دوسری دعا پڑھتا ہوں، جب نئے کپڑے پہنتا ہوں تب بھی دعا پڑھتا ہوں، اسی طرح کھانا کھانے، گھر سے نکلنے، سونے جاگنے اور زندگی کے ہر اہم کام کے موقع پر ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں سکھائی ہیں، وہ پڑھتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا تعلق مضبوط رہے، کیونکہ یہ تعلق ہی صحیح راستے کی طرف میری ہدایت کرتا ہے اور مجھے ایسے کاموں سے باز رکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہوں"۔

انگریز خاتون کو اس نوجوان کی یہ باتیں بڑی عجیب مگر بڑی دلکش محسوس ہوئیں، اس کے بعد اس نوجوان کی نشست وبرخاست، اس کے رہن سہن اور عادت واطوار غور سے دیکھتی رہی اور اس کی تہذیب، اس کی شائستگی، اس کی پاکیزگی، اس کی عفت اور فضولیات سے اس کے اجتناب نے رفتہ رفتہ اس خاتون کے دل میں اسلام کے لیے ایک جستجو پیدا کردی، وہ اس نوجوان سے اسلامی تعلیمات کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرتی رہی، یہاں تک کہ اسلام کی حقانیت اس کے دل میں گھر کرگئی، حق کے نور نے اس کے دل کو بھی منور کردیا، وہ نہ صرف یہ کہ خود مسلمان ہوئی، بلکہ اپنے خاندان کے متعدد افراد کو بھی مسلمان کرلیا۔

☆☆☆☆☆

عالم اسلام

حضرت حجر بن عدیؓ کی قبر کی بے حرمتی

حقیقت کیا ہے؟

عنایت اللہ وانی ندوی

کچھ دنوں قبل شام میں صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حجر بن عدیؓ کی قبر کی بے حرمتی اور معجزانہ طور پر اُن کے جسدِ خاکی کے اب تک محفوظ رہنے کی خبر میڈیا کے ذریعہ دنیا کے سامنے پر لائی گئی اور اس حوالے سے ایک جعلی تصویر بھی ان کی طرف منسوب کر کے خوب عام کی گئی جس پر پوری دنیا میں مسلمانوں کے اندر ایک بے چینی پائی گئی اور مختلف شکوک وشبہات اور سوالات نے ذہنوں میں جنم لیا، ہر جانب سے مذمتی بیانات آنے شروع ہوگئے، اسدی حکومت کے ساتھ ساتھ ایرانی اور عراقی حکومت نے اس پر خوب شور وواویلا کیا بلکہ ایران کے وزیر تعلیم علی اکبر زندی (ادیب) نے احتجاج کے طور پر وہاں کے اعلیٰ تعلیمی اداروں کو کچھ وقت کے لیے بند رکھنے کا حکم دے ڈالا، ان سب ڈرامے کی حقیقت کیا ہے؟ آیئے جاننے کی کوشش کرتے ہیں!

اس ڈرامہ کا آغاز اس وقت ہوا جب شام کے اسدی میڈیا نے بڑے زور وشور سے یہ خبر شائع کی کہ شام میں ایک مسلح گروپ ''جبہا النصر'' نے دمشق کے اطراف 'عدرا' شہر میں حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی قبر کھود کر ان کی بے حرمتی کی، اور ان کو کسی نامعلوم جگہ منتقل کر دیا گیا ہے، اور اس سلسلہ میں "جبهة النصر" کی طرف منسوب ایک بیان بھی شائع کیا گیا، اس خبر کو کافی غیر مہذب انداز سے نشر کیا گیا اور کہا گیا کہ یہ کام تکفیریوں اور دہشت گردوں نے کیا جو صحابہؓ کرام کی قبروں کا بھی احترام نہیں کرتے ہیں، بلکہ ان کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے......! اصل حقیقت کو جاننے سے قبل ''جبہۃ النصر'' کی طرف منسوب بیان پڑھنا ضروری معلوم ہوتا ہے، یہاں اس کے عربی متن کے ایک حصہ کا اردو ترجمہ دیا جارہا ہے:

''زمین پر اللہ کی شریعت کو نافذ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے شرک کے اہم ذریعہ کا خاتمہ کر دیا گیا ہے، اس لیے کہ حجر بن عدیؓ کے جسد خاکی کو دوسری جگہ دفن کرنے کے لیے منتقل کر دیا گیا ہے، کیونکہ شام کی کافر حکومت نے ان کی قبر کی جگہ ایک مزار بنا لیا تھا، (اس کے بعد بیان کے عربی الفاظ یہ ہیں: "ان المدعو حجر بن عدی الکندی هذا الخارج عن أصول الشريعة والسنة أضحى معبوداً من قبل فرقة الرافضة" یعنی اصول شریعت وسنت سے خارج حجر بن عدی نام کا یہ شخص رافضی فرقہ کے نزدیک ایک معبود کی شکل اختیار کر گیا ہے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی شریعت کے خلاف عبادت گاہ اور مزار بنایا گیا تھا، لہٰذا جب ہمارے مجاہدین نے ''عدرا'' شہر کو کافر حکومت کی ناپاکی سے آزاد کر لیا تو وہاں حجر بن عدی کے مزار کی شکل میں موجود شرک کو ہمارے مجاہدین نے جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔

مذکورہ بیان میں موجود عبارت '' اصول شریعت وسنت سے خارج حجر بن عدی نام کا یہ شخص...'' خاص طور پر قابل غور ہے، صرف یہی عبارت اس بیان کے جعلی ہونے کے لیے کافی ہے، کوئی بھی صحیح العقیدہ مسلمان صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہیں کرسکتا ہے، حضرت حجر بن عدی صحابی رسولؐ ہیں، اہل سنت والجماعت کے نزدیک کسی بھی صحابیؓ کی بے حرمتی، ان کے بارے میں بد کلامی کرنا، زبان طعن وتشنیع دراز کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے، لہٰذا " جبهة النصرة" کے ذریعہ اس طرح کی زبان کا استعمال کیسے ممکن ہے؟! سب سے اہم سوال یہ ہے کہ اس بیان کا اصل مصدر کیا ہے؟ بشار نواز تمام سائٹس (جن میں ''براثا'' سائٹ خاص طور پر قابل ذکر ہے) پر اس بات کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ ''جبہ النصرہ'' کے فیس بک پیج پر یہ بیان نشر کیا گیا ہے، لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ شام کی اس تنظیم کو امریکہ کی طرف سے دہشت گرد قرار دیے جانے کے بعد امریکی انتظامیہ کے حکم پر "جبهة النصر" کے نام کا ان کا آفیشل پیج ۲۰۱۲/۱۲/۱۶ کو بند کر دیا گیا تھا...!! اب " جبهة النصر" کا فیس بک پر سرے سے کوئی آفیشل پیج ہی نہیں ہے اور نہ ہی ان کی طرف سے اس طرح کا کوئی بیان نشر کیا گیا جس میں اس ڈرامہ کو اپنی طرف منسوب کیا ہو، بلکہ شام کے "الجيش الحر"، " جبهة النصرة" اور تمام گروہوں نے اس بیان کی سختی سے تردید کی اور اس واقعہ کے حوالے سے کسی طرح کی بھی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا، البتہ لگتا ایسا ہے کہ اسدی کارندوں کے ذریعہ اس ڈرامے کو عام کرنے کے بعد اکثر حضرات نے اس کی اصل حقیقت جاننے کی کوشش نہیں کی، بلکہ اس پر من وعن یقین کر لیا حالانکہ اس سلسلہ میں شائع شدہ سینکڑوں خبروں اور مضامین کے ساتھ کہیں بھی کسی نے اس بیان کی اصل کاپی دکھانے یا شائع کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی، کیونکہ اس کی کوئی اصل ہے ہی نہیں!

رہا یہ سوال کہ جس قبر کی تصویر پوری دنیا میں پھیلائی گئی جس کے پاس دو مسلح افراد کھڑے نظر آتے ہیں، قبر کی اس تصویر کو اگر حقیقی بھی مانا جائے (حالانکہ یہ سب کچھ ایک ڈرامہ ہے) تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی بھی اصل کیا ہے؟ اگر مسلح افراد " جبهة النصر" سے تعلق رکھتے ہیں اور انہی کے ذریعہ یہ تصویر بنائی گئی ہے جیسا کہ دعویٰ کیا گیا ہے، تو" جبهة النصر" یا "الجيش الحر" کے صفحات پر اس کو سب سے پہلے شائع ہونا چاہیے تھا جبکہ یہ تصویر صرف اور صرف اسد نواز سائٹس پر شائع کی گئی، اور قبر کے پاس موجود مسلح افراد کے کندھوں پر جو اسٹار لگے ہیں وہ صاف اور واضح طور پر اسدی فوجی نظر آتے ہیں، اور تعجب کی بات یہ ہے کہ مزعومہ قبر چاروں طرف سے نہایت ہی مرتب انداز سے کھودی گئی ہے ایسا کہیں سے بھی نہیں لگتا ہے کہ یہ کسی ایسے شخص نے جلدی جلدی کھودی ہو جسے کہیں سے یہ خطرہ ہو کہ کوئی حملہ کرسکتا ہے۔

اس ڈرامے کے فوراً بعد حضرت حجر بن عدی کے جسد خاکی کی طرف منسوب ایک 'معجزانہ تصویر' بھی شائع کی گئی جس میں دعویٰ کیا گیا کہ ہزاروں سال گذرنے کے بعد بھی اب تک ان کا جسم محفوظ ہے، لیکن چند ہی گھنٹے بعد اس کا پردہ بھی چاک ہوگیا کہ یہ تصویر حقیقت میں شامی شہداء میں سے ایک شہید ''محروس الشریجی'' کی ہے جو دمشق کے مضافات ''حزہ'' شہر میں شہید ہوئے تھے، اس تصویر کی اصل حقیقت جاننے کے لیے یوٹیوب پر اس لنک کو دیکھا جاسکتا ہے:

http://www.youtube.com/watch=nGQZzxQzy2Y

اسی تصویر کو حضرت حجر بن عدی کی طرف منسوب کر کے پوری دنیا کے مسلمانوں کو بے وقوف بنایا گیا، سوشل میڈیا پر بہت سے لوگوں نے اس تصویر کو گردش کرتے ہوئے دیکھا تو لوگوں کے تبصرے مختلف ومتنوع تھے، بعض کا کہنا تھا کہ الحمد للہ صحابیؓ کی زیارت نصیب ہوگئی! بہرحال حقیقت بالکل واضح ہے کہ اسدی گماشتوں اور ان سے ساز باز رکھنے والوں اور ان کی پشت پناہی کرنے والوں کی طرف سے یہ ایک ڈرامہ رچا گیا جس کے ذریعہ ایک طرف تو اپنے مخالفین کی بدنامی مقصود تھی، اور دوسری طرف شام میں ہونے والے قتل عام، خاص طور پر بانیاس اور البیضا کے قتل عام سے دنیا کی توجہ ہٹانا مقصود تھا، جس سے توجہ ہٹانے کے لیے اسرائیل تک کو استعمال کر کے شام پر حملے کرائے گئے، اگر قبر کے اس ڈرامے کو صحیح بھی مانا جائے تو اسدی حکومت سے کون سا بعید ہے کہ انہوں نے یہ بذات خود کیا ہو جنہوں نے شام کے مؤقر علماء کو بھی نہیں بخشا، جو ظالم روزانہ دسیوں اور سینکڑوں خواتین، بچوں اور بزرگوں کا خون کر رہا ہو، جو اب تک ایک لاکھ سے زائد بے گناہوں کا قتل عام کر چکا ہو، جس کے ہاں انسانی خون کا کوئی احترام نہ ہو، کیا اس سے کسی صحابیؓ کے احترام کی توقع کی جاسکتی ہے؟! کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اس جھوٹے ڈرامے پر تو یہ سب جھوٹا رونا رو رہے ہیں مگر ذبح کیے جانے والے ہزاروں بھائیوں، بہنوں، بچوں کا بے دردی سے خون کرتے ہوئے ان کو ذرہ برابر رحم نہیں آرہا ہے!

حقیقت یہ ہے کہ اسدی جماعت اب آخری سانس لے رہی ہے، وہ اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے، اور وہ اس کے لیے کچھ بھی کرسکتی ہے، یہاں تک کہ اپنے درپردہ دوست اسرائیل کو بھی اب اس کے لیے متحرک کر دیا ہے، کیونکہ بشار کے بعد کا مرحلہ اسرائیل کے لیے نہایت ہی پریشان کن ہے، محافظین جب چلے جائیں گے تو پھر اسرائیل کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں بچے گا، یہی وجہ ہے کہ بین الاقوامی برادری نے بھی اسرائیل کے وسیع تر مفادات کی خاطر شامی مظلوموں کو تنہا چھوڑ دیا ہے، اور صرف بیان بازی کی سیاست چلائی جارہی ہے، اس لیے اب داخلی اور خارجی ہر اعتبار سے بقاء کی جنگ لڑی جارہی ہے، اور اس کے لیے صحابہؓ کی مقدس شخصیات کو بھی ڈھال کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ظالم ومظلوم کے درمیان فرق کر کے حقائق کی تہہ تک پہنچا جائے، نہ یہ کہ دور سے بیٹھ کر کسی بھی ذریعہ سے آنے والی خبر کو من وعن تسلیم کر کے امت میں انتشار پیدا کیا جائے اور ظالم کی ہاں میں ہاں ملا کر اس کو تعاون فراہم کیا جائے۔

☆☆☆☆☆

جدید نافع

تعلیم کے جدید وسائل اور ہم

عبد العظیم معلم ندوی

آج اس اکیسویں صدی میں انسان کے لیے کوئی چیز اور کوئی بات حیرت انگیز نہیں رہی، سائنسی ایجادات اس قدر وجود میں آچکی ہیں کہ مزید انسان کسی نئی ایجاد سے حیرت زدہ ہونے کے لیے تیار نہیں، مسافتیں اس دور میں معنی رکھتی ہیں نہ وقت، کسی زمانہ میں جو چیز سالوں میں ممکن تھی آج وہ دن اور گھنٹوں میں مکمل ہو جاتی ہے، سائنس کی ان نت نئی ایجادات سے دنیا کا کوئی شعبہ خالی نہیں، گھر ہو یا دفتر، کوئی ادارہ ہو یا اسکول، فیکٹری ہو یا کوئی ریسرچ سینٹر ہر جگہ ان کا دور دورہ ہے، بلا مبالغہ دنیا کا ہر شخص کسی نہ کسی صورت میں اس سے مستفید ہو رہا ہے۔

حصول علم کے لیے آج سے کچھ دہائیوں پہلے تک جو تصور تھا آج بالکل بدل گیا ہے، اُس وقت کسی بھی فن یا علم کو حاصل کرنے کے لیے سفر لازمی تھا، سفر کی مشقتوں کو برداشت کر کے منزل تک پہنچتے، پھر استاد کی خدمت میں رہ کر اُس فن یا علم کو حاصل کرتے، بسا اوقات اس کے حصول میں انسان کی آدھی زندگی گزر جاتی تھی، لیکن آج کے دور میں گھر بیٹھے بلا کسی مشقت کے ہر قسم کے فنون کے بارے میں واقفیت حاصل ہو سکتی ہے بلکہ فاصلاتی تعلیم کے نئے نظام سے آدمی سند یافتہ 'عالم' بھی بن سکتا ہے۔ جی ہاں! یہ اس دور کی انقلابی ایجادات کا نتیجہ ہے جن میں سرفہرست کمپیوٹر اور انٹرنیٹ ہے، یہ دونوں ایسی حیرت انگیز اور انقلابی ایجادات ہیں جن کے ذریعہ مختلف شعبہ ہائے حیات میں تعمیری و تخریبی دونوں طرح کا کام لیا جا سکتا ہے اور لیا جا رہا ہے۔

بہر کیف، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ دونوں کا دائرہ کار انتہائی وسعت کا حامل ہے، انسانی دماغوں نے اس کی ترقی کے لیے اتنی محنت کی ہے کہ شاید ایک انسان اپنی زندگی میں مکمل طور پر اسکو سمجھ سکے، اور اگر کوئی اس کا دعوی کرتا ہے تو یقیناً اس کی یہ بات تسلیم نہیں کی جائے گی۔ تعلیم کے میدان میں ان ایجادات نے بہتیری سہولیات پیدا کی ہیں جن کے نتیجے میں آج تعلیم نہ صرف بہتر بلکہ سہل ترین ہو چکی ہے، دنیا بھر کی معلومات کو انٹرنیٹ کے مختلف ویب سائٹس میں داخل کیا گیا ہے اور دنیا کے کسی بھی کونے میں بیٹھ کر انسان اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، اسی کے ذریعہ فاصلاتی تعلیم اور آن لائن ایجوکیشنل سسٹم کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ باحثین اور ریسرچ اسکالر بھی اپنے مقالات کی تکمیل میں اس سے بھرپور فائدے اٹھا رہے ہیں، الغرض مختلف مقاصد کے حصول کے لیے تقریباً ہر ادارہ اپنی اپنی ویب سائٹس بنائے ہوئے ہے، ان میں لائبریریاں بھی شامل ہیں، مدارس اور اسکول و کالجس بھی شامل ہیں، مختلف مراکز اور ریسرچ سینٹرس بھی شامل ہیں، جب کہ سرچ انجن کے ذریعہ ان معلومات تک پہنچنا اور ان ویب سائٹس کو تلاش کرنا بھی بہت آسان ہو چکا ہے۔

کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی دنیا کا اگر جائزہ لیا جائے تو مسلمانوں کی کارکردگی اس میدان میں ایک طرف امید افزا ہے، عرب نوجوان نہ صرف اس لائن میں بہت آگے بڑھ چکے ہیں بلکہ وہ اپنی صلاحیت اور جدید ذرائع وایجادات کا استعمال اسلام اور دین کی خدمت کے لیے کر رہے ہیں اور ہر ممکن اپنے ہنر سے اسلام کے لیے ڈھال بن رہے ہیں، دوسری طرف انھی عرب نوجوانوں کا ایک بڑا طبقہ اور اسلامی ممالک کا حکمران طبقہ یہودی سازشوں کو سمجھے بغیر جانے اور انجانے میں کبھی اپنے مفاد کے لیے اور کبھی نادانی میں ایسے کام کر جاتے ہیں جو ملتِ اسلامیہ کے لیے بالکل مفید نہیں بلکہ سراسر نقصان دہ ہے، اسلامی دنیا سے صَرف نظر کر کے اگر صِرف ہندوستان کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو اس میدان میں ملتِ اسلامیہ کی نمائندگی کرنے والے بے حد کم اور انگلیوں پر گنی جانے والی تعداد میں نظر آئیں گے، حالاں کہ کمپیوٹر سائنس اور جدید ٹیکنالوجی میں ہندوستان بہت آگے نکل چکا ہے اور نامور اور ممتاز شخصیات میں مسلمان بھی شامل ہیں لیکن ان کی تعداد تشفی بخش نہیں، اس کے جملہ اسباب میں بنیادی سبب خود ہماری غفلت ہے اور سرکار کی طرف سے دی جانے والی مراعات اور مختلف اسکیموں سے لاعلمی اور کبھی جاننے کے باوجود اس سے فائدہ نہ اٹھانا ہے، اس لیے ملت کے لیے دردمند افراد کو اس جانب بھی خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ پھر بھی اگر اس میدان میں پچھلے چند سالوں میں ہماری کوششوں کا جائزہ لیا جائے تو پچھلی دہائیوں کے مقابلے میں نہایت امید افزا ہے۔

اس وقت عالمی پیمانے پر آن لائن لائبریروں اور E-Book کے ساتھ ساتھ تعلیمی پروگرام (ایجوکیشنل سافٹ ویرس) بڑی تیزی سے لوگوں

میں مقبول ہوتے جا رہے ہیں، جن میں سرفہرست ریسرچ اسکالرس ہیں جو اپنی ریسرچ کی تکمیل میں اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، دنیا کی مختلف عالمی زبانوں میں اس میدان میں کوششیں ہوئیں اور ایسے سافٹ ویرس اور پروگرام منظر عام پر آئے جن سے اس زبان کے بولنے والوں کے لیے بے انتہا سہولتیں پیدا ہوئیں اور تعلیم کے میدان میں ان کا معیار بھی تیزی سے بلند ہونے لگا، لہٰذا اس کے لیے مستقل کوششیں کی جانے لگیں تاکہ تعلیمی معیار کو مزید بلند سے بلند تر کیا جا سکے، عربی زبان میں بھی اس کے لیے بے انتہا کوششیں ہوئیں اور مستقل ہو رہی ہیں اور فائدہ اٹھانے والے اس سے خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

(عربی زبان میں آئے ان مفید تعلیمی سافٹ ویرس کے بارے میں 'تعمیر حیات' دسمبر ۲۰۱۱ء میں شائع شدہ ہماری تحریر "چند علمی سافٹ ویرس، مختصر تعارف" کو ملاحظہ کریں)۔

اردو زبان کا جہاں تک تعلق ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ زبان میدان میں آکر کام کرنے والوں کی منتظر ہے، اس میدان میں سوائے چند ڈکشنریز اور ان پیج و اردو ایڈیٹر کے کوئی مفید سافٹ ویر۔۔جس میں المکتبۃ الشاملۃ یا جوامع الکلم کی طرح سہولیات ہو، نظر نہیں آتا، ہندوستان میں جب کہ عمومی تعلیم گاہوں میں تعلیم اردو میں دی جاتی ہے اور مدارس کے علاوہ اسکول، کالج و یونیورسٹیز کے طلبہ کی بھی ایک بڑی تعداد اردو میں ڈگریاں حاصل کر رہی ہیں ایسے میں ان کے لیے متنوع سہولیات مہیا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارے نوجوان بھی ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکیں اور نام نہاد ترقی یافتہ ممالک کے شانہ بشانہ چل سکیں۔

مزید برآں یہ کہ ہمارے طلباء کی عام معلومات دوسرے الفاظ میں جنرل نالج صرف کرکٹ اور کچھ کھیلوں تک محدود ہے، ضرورت ہے کہ اس لایعنی کھیل سے توجہ ہٹا کر علوم وفنون اور دنیا میں پیش آمدہ جدید مسائل اور حالات کی طرف مبذول کریں، دیکھا یہی جا رہا ہے کہ اس میدان میں ہمارے طلباء کی معلومات بالکل نہ ہونے کے برابر ہے، دینی و اسلامی معلومات در کنار اپنے وطن کی صحیح تاریخ اور مسلم حکمرانوں کے کارناموں کے بارے میں بھی انھیں علم نہیں ہوتا۔ والدین اپنے بچوں کی محبت میں اب بچپن میں ہی کمپیوٹر، لیپ ٹاپ اور موبائل وغیرہ اُن کے ہاتھوں میں دے دیتے ہیں، ان کے بُرے اثرات اور نتائج سے صرف نظر کر کے اگر صرف علمی و دینی حد تک بھی آپ اپنے بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دیں گے اور ان جدید وسائل کو تعلیم کے لیے استعمال کرائیں گے تو یقیناً آگے چل کر ملک و ملت کے لیے یہ کار آمد ثابت ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید و دیدہ زیب طباعت

☆ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم (اردو، ہندی)

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

پیغمبر خدا نبی رحمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ و سیرت مبارکہ جس کی ترتیب و تالیف میں قدیم و جدید معلومات و تحقیقات سے فائدہ اٹھانے کی امکانی کوشش کی گئی ہے، زمانہ بعثت کی تصویر، معاصر دنیا، جزیرۃ العرب اور حجاز کا اہم تمدنی، سیاسی و تاریخی منظر، واقعات و حالات، ہدایات و تعلیمات اور نتائج و اثرات کی مستند روداد، جو ہر دور میں افراد و اقوام اور نوع انسانی کی ہدایت و رہنمائی کی طاقت و صلاحیت سے معمور ہے۔

کمپوز شدہ جدید ایڈیشن　صفحات: ۴۸۰　قیمت: ۳۵۰

☆ پا جا سراغ زندگی

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

طلبائے علوم نبوت کا منصب و مقام، ملت کی ان سے توقعات، عصر حاضر میں ان کی ذمہ داریاں

کمپوز شدہ جدید ایڈیشن　صفحات: ۱۷۶　قیمت: ۱۰۰

نوٹ: طلباء کے لیے خصوصی رعایت

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء کیمپس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

Ph No.: 0522-2741539 - Mob No.: 9889378176

Email.airpnadwa@gmail.com

روداد چمن

''رواق ابوالحسن علی'' کا افتتاح

جاوید اختر ندوی

''علم ایک روشنی ہے جس سے انسان فوقیت حاصل کرتا ہے اور اونچے منازل طے کرتا ہے، اور دین کا حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا دونوں امانت ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ امانت انسانوں کے سپرد کی ہے، اور علم دین انسانوں کو تباہی و بربادی سے بچاتا ہے، لہٰذا جس جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو اور اس کا نام لیا جائے وہ بھی بابرکت ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے طلبائے علوم نبوت کا بڑا مقام اور درجہ بتایا ہے، اس لیے ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنے دینی اور دعوتی کام کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق انجام دیں، ہم اگر ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہم دنیا و آخرت دونوں جگہ کامیاب و بامراد رہیں گے''۔

ان خیالات کا اظہار رکن مجلس شوریٰ ندوۃ العلماء و امیر دار العلوم تاج المساجد بھوپال مولانا پیر احمد سعید مجددی نے ۱۷/اپریل ۲۰۱۳ء/۲۵/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ یکشنبہ بعد نماز عصر ''رواق ابوالحسن علی'' کے افتتاح کے بعد مہمانوں کے استقبال میں منعقد کردہ تقریب کی صدارت کرتے ہوئے کیا۔

یہ تقریب طلبائے دار العلوم کی انجمن الاصلاح کی طرف سے اراکین مجلس شوریٰ کے اعزاز میں منعقد کی گئی تھی، جدید دار الاقامہ کا افتتاح مجلس شوریٰ کے ارکان، اساتذہ، طلبہ اور معززین شہر کی موجودگی میں ناظم ندوۃ العلماء و صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے ایک سفید پتھر پر کندہ تحریر کی نقاب کشائی کے بعد کیا، وہ تحریر اس طرح ہے:

رواق ابوالحسن علی

بیادگار

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

سابق ناظم ندوۃ العلماء

اس دار الاقامہ کا سنگ بنیاد ۳/ربیع الاول ۱۴۳۲ھ مطابق ۷/فروری ۲۰۱۱ء کو رکھا گیا اور اس کی تعمیر شروع ہوئی، الحمد للہ رب العٰلمین اس کی تکمیل عمل میں آئی۔

آج مورخہ ۲۵/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ/ مطابق ۷/اپریل ۲۰۱۳ء اس کا افتتاح کیا گیا وباللہ التوفیق۔

محمد رابع حسنی ندوی

ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

اس استقبالیہ تقریب کو مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے خطاب کیا، مولانا محترم نے اس دار الاقامہ کی تعمیر میں ناظر عام ندوۃ العلماء مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی کی کوششوں کو سراہتے ہوئے کہا کہ:

اللہ تعالیٰ کا صد ہزار شکر ہے کہ محسن و مربی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے نام سے موسوم دار الاقامہ بن کر تیار ہوا اور آج حضرت ناظم صاحب کے ہاتھوں اس کا افتتاح بھی عمل میں آیا، اس کی تعمیر و انتظام کے لیے مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی نے بڑی فکر کی اور کوششیں کیں۔

مولانا محترم نے مزید کہا کہ:

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ علم و عوت کا یہ چمنستان ندوۃ العلماء اور ترقی کی منزلیں طے کرے اور یہاں سے ایسے علمائے دین اور بہی خواہان ملک و ملت پیدا ہوں جو معاشرے کے لیے رہنما ثابت ہوں اور زندگی کے مختلف میدانوں میں قائدانہ کردار ادا کریں اور آج مسلم معاشرہ میں جو انحطاط و تنزلی آئی ہے اس کو دین و اسلام کی روشنی میں دور کرنے والے ثابت ہوں، یہ فریضہ اس عظیم ادارہ کے فضلاء ادا کرتے آرہے ہیں اور ان شاء اللہ تا قیامت کرتے رہیں گے''۔

اس موقع پر رکن مجلس شوریٰ مولانا تقی الدین ندوی مظاہری نے بھی خطاب کیا۔

مولانا نے طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اس ادارہ میں آپ کے استفادہ کے لیے تمام وسائل موجود ہیں، آپ خوب ان سے فائدہ اٹھایئے اور اپنے آپ کو دین و ملت کے لیے مفید تر بنایئے۔

''جمعیۃ الاصلاح'' اور ''النادی العربی'' کے جلسوں اور پروگراموں سے جی بھر کے فائدہ اٹھایئے، یہاں سے فراغت کے بعد پھر آپ کو یہ مواقع نہیں ملیں گے اور محرومی پر آپ کف افسوس ملتے رہیں گے، اس لیے جو وقت ملا ہے، اس کو کام میں لایئے، اپنے اساتذہ سے مشورے لیجیے اور اپنی علمی پیاس کو بجھا کر دین کی خدمت کے لیے میدان میں آیئے اور دنیا کو سیراب کیجیے۔

اس تقریب میں جملہ ذمہ داران، اساتذہ، طلبائے دار العلوم اور معززین شہر کی بڑی تعداد نے شرکت کی اور اختتام صدر جلسہ کی پرسوز دعا پر ہوا۔

☆☆☆☆☆

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845
Shop: 9415002532
2613736
3958875
سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام
حاجی صفی اللہ جویلرس
ہمارا نیا شوروم
پروپرائٹر: محمد اسلم
گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ
HAJI SAFIULLAH JEWELLERS
Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18
E-mail: hajisafiullahjeweller@gmail.com

پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH
Jewellers
ALL KINDS OF GOLD, SILVER & DIAMOND JEWELLERY
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone: 0522-2627446 (S)
e-mail: waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

MAQBOOL JEWELLERS
مقبول جویلرس
جوتے والی گلی امین آباد
Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow
Mob.: 9956069081-9919089014
Shop No. S-13 Gole Market, Mahanagar Lucknow
Ph: 0522-4090130 (S) - 4001130

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گزارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirt, Trousers, Coats, Emboidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں قابل بھروسہ برانڈ
menmark®
Men's Exclusive
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

Postal Regd. No. LW/NP/63/2012TO2014
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071
Despatch Date, 10-12 / 25-27
Vol. No. 50 Issue No.14

Fortnightly

TAMEER-E-HAYAT

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in

25 May, 2013

Booking Open

SAITECH GRACE

An Ideal House You Truly Deserve

2 BHK / 3 BHK & 4BHK
Premium Flats Available
at Affordable Prices

FACILITIES /AMENITIES

24X7 security system, Intercom / EPABX system from Entrance Gate, Power Backup through Generator, Internet connectivity, Pressurized water supply system, High quality single lever bathroom fittings, Open and covered car parking, Children play ground, Jogging / walking track, Gymnasium provision, Automatic high speed lifts, Fire Fighting System, Ample open and covered (stilt and basement) car parking space, Visitor's Parking.

BUILDERS & DEVELOPERS
SAITECH INFRASTRUCTURE PVT. LTD.
MAS COLONISERS (INDIA) PVT. LTD.

Corporate Office
06-F.F., Natraj Complex, 11 B.N. Road, Lalbagh,
Lucknow - 226001
Tele Fax : +91-522-4077160
Mob.: 9838456123, 9450200000,
9450931440, 9415022240
Website : www.saitechbuilders.com
E-mail : saitechinfra@gmail.com

Site Office 485/8, Mohan Meakin Road,Daliganj, Lucknow.

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ

خوشبودار عطریات

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب،
روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

——— : کی ایک قابل اعتماد دوکان : ———

ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

تیار کردہ

IZHARSON PERFUMERS اظہارسن پرفیومرس

H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ
برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

Designed By : Future GraphiX, Lko. Mobile :

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085